اسما قادری

میری ہستی کا حاصل ہو تم

"بس، بس، میرا بیٹا! چپ ہو جاؤ۔ سب لوگ میرے بیٹے کو تنگ کرتے ہیں۔ اسے سونے نہیں دیتے۔" آٹھ نو ماہ کے امروز کو کاندھے سے لگائے اس کی پیٹھ تھپکتے وہ پورے انہماک سے اسے چپ کروانے میں مصروف تھی یہاں تک کہ اصغری بوا اور ان کے ساتھ بیٹھی خاتون کو سلام تک کرنے کی زحمت نہ کی تھی۔

"دیکھیں دادی! ثمرین کے بچے امروز کو کتنا تنگ کرتے ہیں۔ بیچارہ ابھی سویا تھا۔ بدتمیزوں نے شور مچا دیا۔ پتا بھی ہے کہ بچی نیند سے جاگ جائے تو چڑچڑا ہو جاتا ہے لیکن پھر بھی کوئی خیال نہیں کرتا۔ ثمرین کو سمجھا دیجیے گا کہ اپنے بچوں کو تمیز سکھائے۔ اگر آئندہ انہوں نے میرے بیٹے کو تنگ کیا تو کان پکڑ کر گھر سے باہر نکال دوں گی۔" وہ شکایتوں کے ساتھ دھمکیاں بھی دے رہی تھی لیکن دادی کا دھیان فی الوقت نہ تو ان شکایتوں کی طرف تھا اور نہ دھمکیوں کی طرف، وہ ماتھے پر تیوری چڑھائے تنقیدی نظروں سے اس کا جائزہ لے رہی تھیں۔

شکن آلود لان کے سوٹ پر کسی دوسرے سوٹ کا دوپٹہ، پیروں میں گھریلو استعمال کی پرانی سی دوپٹی کی چپلیں اور چٹیا سے نکلتے بال، جنہیں دیکھ کر صاف اندازہ ہوتا تھا کہ کم از کم آج کی تاریخ میں انہیں

ناولٹ

سنوارنے کی زحمت نہیں کی گئی۔ تائی جان بھی اس کا حلیہ دیکھ کر سٹپٹا گئی تھیں۔ پندرہ منٹ پہلے وہ اسے تیار ہو کر ڈرائنگ میں آنے کی خصوصی ہدایت دے کر آئی تھیں لیکن اب وہ جس حلیے میں یہاں موجود تھی، اس سے صاف ظاہر تھا کہ اس نے ان کی بات پر کان دھرنے کی قطعاً" زحمت گوارا نہیں کی۔

"یہ شاید آپ کی بہو ہے۔" صغریٰ بوا کے ساتھ بیٹھی خاتون نے تائی جان کی طرف رخ کرتے ہوئے پوچھا تو وہ مزید سٹپٹا گئیں جبکہ دادی فوراً" ہی تڑپ کر بولیں۔

"یہ میری پوتی ہے۔"

"اچھا، اچھا۔ بوا نے بتایا تھا کہ آپ کی ایک پوتی شادی شدہ اور بچوں والی ہے۔" ان خاتون نے تفہیمی انداز میں سر ہلاتے اپنا بیان جاری رکھا۔

"میری بیٹی بھی بچوں کے پیچھے ایسے ہی پاگل رہتی ہے۔ نہ کھانے کا ہوش، نہ پہننے اوڑھنے کا۔ ابھی بھی لڑکی دیکھنے آنے سے صاف انکار کر دیا کہ پیچھے بچوں کا خیال رکھنے والا کوئی نہیں ہو گا۔" دادی کے بگڑتے تاثرات سے بے خبر وہ اپنی ہی کہے جا رہی تھیں۔ بالآخر اصغری بوا نے ہی ٹوکا دے کر انہیں چپ کروایا۔

"یہ میری پوتی ثنا ہے۔ اصغری اسی کے سلسلے میں آپ کو لائی تھی۔" دادی نے گویا کسی جرم کا اعتراف کرتے ہوئے بتایا۔ جواباً" خاتون کے چہرے پر ابھرنے والے تاثرات بہت عجیب سے تھے۔ اپنے اندازے کی اتنی شدید غلطی کا جیسے انہیں یقین ہی نہیں آ رہا تھا۔ وہ بھی کیا کرتیں۔ اب تک جہاں بھی لڑکی دیکھنے جانے کا اتفاق ہوا تھا ایسی سر جھاڑ، منہ پھاڑ لڑکی سے سابقہ نہ پڑا تھا۔

"یہ بچہ کس کا ہے؟" انہوں نے صدمے سے نکلتے ہوئے پوچھا۔

"یہ میرا پوتا ہے۔ میری بہو اس کی پیدائش کے وقت ہی فوت ہو گئی تھی۔ ثنا اس سے بہت پیار کرتی ہے۔ اسی نے شروع سے بچے کو سنبھال رکھا ہے۔" تائی جان نے انہیں بتایا۔

"ثنا! جاؤ بیٹا! چائے لے آؤ۔" ساری گفتگو سے بے نیاز امروز کی پیٹھ تھپکتی ثنا کو دادی نے مخاطب کیا۔

"بس دادی! پانچ منٹ رک جائیں۔ امروز کی آنکھ لگنے ہی لگی ہے۔" اس کے جواب پر جہاں دادی جز بز ہوئیں وہیں تائی جان اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"میں لے آتی ہوں اماں!" ثنا کے رویے کی تلافی وہ اپنے اخلاق سے کرنے کی کوشش کر رہی تھیں۔

"رہنے دیں بہن! ابھی مجھے اصغری کے ساتھ ایک دو گھر اور جانا ہے۔ دراصل میری بیٹی صرف دو مہینے کے لیے یہاں آئی ہوئی ہے۔ میرا ارادہ ہے اس بار کوئی لڑکی پسند کر کے اس کے سامنے منگنی کر دوں پھر اگلے سال آئے گی تو بھائی کی شادی میں شرکت کر لے گی۔"

ان کے انداز سے صاف ظاہر تھا کہ انہیں ثناء میں کوئی دلچسپی محسوس نہیں ہوئی اور وہ اپنی مہم کو مزید آگے جاری رکھنا چاہتی ہیں۔ دادی اور تائی جان کو ان سے قطعی کوئی شکایت نہیں تھی بھلا ایسے اول جلول حلیے والے لڑکی کو کون پسند کر سکتا تھا۔

"ثناء! میں نے تم سے کہا تھا کہ تیار ہو کر ڈرائنگ روم میں آؤ اور تم ایسے ہی منہ اٹھائے یہاں چلی آئیں۔" اصغری بوا اور ان خاتون کی روانگی کے بعد تائی جان نے اسے آڑے ہاتھوں لیا۔

"میں تیار ہونے والی تھی تائی جان! لیکن امروز کے اٹھنے کی وجہ سے موقع ہی نہیں ملا۔ اتنی بری طرح رو رہا تھا کسی طرح بہلنے میں نہیں آ رہا تھا۔ میں نے سوچا، اب تیار ہونے بیٹھوں گی تو یہاں آنے میں دیر ہو جائے گی۔ اس لیے ایسے ہی چلی آئی ورنہ آپ ناراض ہوتیں کہ اتنی دیر لگا دی اور اچھا ہی ہوا نا کہ میں آ گئی۔ وہ خاتون تو بہت جلدی میں لگ رہی تھیں اگر میرے آنے سے پہلے چلی جاتیں تو بھی آپ لوگوں نے خفا ہونا تھا۔"

"جلدی تو وہ تمہاری صورت دیکھ کر بھاگ گئیں۔ ایسی اجڑی صورت پر فدا تو ہونے سے رہی تھیں۔"

دادی نے تلملا کر کہا۔

"تو میں نے کب کہا تھا ان سے کہ وہ میری بلائیں لیں۔ ان کے فدا ہونے یا نہ ہونے سے کیا فرق پڑتا ہے۔" اس نے بے نیازی سے کندھے اچکائے۔

"ہاں۔ تمہیں کیا فرق پڑتا ہے' فرق تو ہمیں پڑ رہا ہے جن کے سینے پر بیٹھی تم مونگ دل رہی ہو۔" دادی کا غصہ عروج پر تھا۔

اس بار اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ جانتی تھی مزید کچھ کہنا ان کے غصے کو ہوا دینے کے مترادف ہوگا۔ ابھی تو دادی کو کچھ دیر بڑبڑا کر ٹھیک ہو ہی جانا تھا۔

☆ ☆ ☆

"آپ کی کافی بابا!"

چھوٹی سی ٹرے میں کپ رکھے وہ اندر آئی تو سبحان صاحب کے ہاتھ میں پکڑی کتاب ایک طرف رکھتے اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔ رات کے کھانے کے بعد ان کے یہ لمحات اس کے لیے ہوتے تھے۔ اپنی شریکِ حیات کی وفات کے بعد انہوں نے دوسری شادی صرف اسی لیے نہیں کی تھی کہ وہ اپنی بیٹیوں کے سر پر سوتیلی ماں کو مسلط کر کے انہیں کوئی تکلیف نہ پہنچانا چاہتے تھے۔ بچیوں کی ضروریات پورا کرنے اور تربیت کے حوالے سے انہیں اپنی ماں اور بھابھی پر بھرپور اعتماد تھا لیکن ماں کے نہ ہونے سے ان کی بیٹیوں کی زندگی میں جو خلا پیدا ہو گیا تھا اسے وہ اپنی بھرپور توجہ سے پُر کرنے کی کوشش میں لگے رہتے تھے۔ چند سال پہلے ثمرین کی شادی کرنے کے بعد ان کی ذمہ داریاں آدھی رہ گئی تھیں۔ اس کی خوشحال زندگی نے انہیں مطمئن کر رکھا تھا اور اب صرف ثنا کی فکر تھی۔ اس کے فرائض سے بھی فارغ ہو جاتے تو ان کی زندگی میں اطمینان اتر آتا۔

"کیا سوچ رہے ہیں بابا!"

"کچھ نہیں۔ تم بتاؤ آج کا دن کیسا گزرا؟" اس کے پوچھنے پر وہ خیالات کی دنیا سے باہر نکلے۔

"دن تو بہت مصروف گزرا۔ ثمرین کی بچی کو شاپنگ کے لیے جانا تھا۔ اپنے آفت کے پرکالہ بچوں کو یہاں چھوڑ گئی۔ دونوں نے سارا دن اودھم مچائے رکھا' آج روز بیچارے کی نیند بھی خراب کر دی۔ میں نے تو صاف کہہ دیا ثمرین سے کہ آئندہ تمیز سکھا کر اپنے بچوں کو یہاں لے کر آئے۔" وہ اپنی کارگزاریاں سنا رہی تھی۔

"کچھ اور بھی ہوا تھا شاید۔ تمہاری دادی بہت خفا سی نظر آ رہی تھیں۔" انہوں نے اس کا چہرہ بغور دیکھتے ہوئے پوچھا تو وہ نظر چرا گئی۔

"جی بابا!" ایک چور سا اعتراف تھا لہجے میں۔

"ایسا کیوں بیٹا؟ اب تو کوئی وجہ بھی نہیں تمہارے پاس' پہلے تم نے کہا کہ ایم اے کرنا چاہتی ہو۔ میں چپ رہا۔ تمہاری دادی کو بھی سمجھا لیا۔ لیکن اب تو تمہیں ایم اے مکمل کیے بھی ایک سال ہونے کو ہے۔ سارے والدین کی طرح میری بھی خواہش ہے کہ میں تمہارے فرض سے سبکدوش ہو جاؤں۔"

"خواتین ڈائجسٹ" کی طرف سے بہنوں کیلئے خوبصورت تحفہ

فیبرک پینٹنگ اور ایمبرائیڈری

شائع ہو گئی ہے

خوبصورت سرورق' دیدہ زیب رنگین صفحات' دلکش طباعت'

قیمت صرف 300/- روپے

بذریعہ ڈاک منگوانے کے لیے 330/- روپے کا منی آرڈر یا ڈرافٹ ارسال فرمائیں'

ہمارے اسٹاکسٹ:

• کراچی میں: ★ مکتبہ عمران ڈائجسٹ' اردو بازار' کراچی
★ محمد حسین نیوز ایجنسی فریئر مارکیٹ' برنس روڈ کراچی

• لاہور میں: ★ لاہور اکیڈمی چوک اردو بازار لاہور
★ سلطان نیوز ایجنسی' اخبار مارکیٹ لاہور
★ عظیم اینڈ سنز' الکریم مارکیٹ' لاہور
★ اسلامی کتب خانہ' اردو بازار' لاہور

• راولپنڈی میں: ★ اشرف بک ایجنسی' کیٹل چوک' راولپنڈی

• حیدرآباد میں: ★ نہران نیوز ایجنسی' اسٹیشن روڈ' حیدرآباد

• فیصل آباد میں: ★ شمیع بکسٹال' بھوانہ بازار' فیصل آباد

مکتبہ عمران ڈائجسٹ' اردو بازار کراچی'

"میرا دل راضی نہیں ہوتا بابا!" ان کی باتوں کے جواب میں وہ بے بسی سے بولی۔

"دل کو کبھی سمجھوتے کی راہ پر بھی چلانا پڑتا ہے۔ دل کی انگلی تھام کر زندگی گزارنے سے بہتر ہے' دل کو انگلی تھام کر اس مقام پر لے جاؤ جہاں سے بہتری کی صورت نکلتی دکھائی دے۔ کبھی کبھی ایک چھوٹا سا سمجھوتہ زندگی بھر کی تنہائی سے بچالیتا ہے۔" ان کی باتوں میں تجربہ بول رہا تھا۔

"دل کی تنہائی کے احساس کے ساتھ سمجھوتوں پر قائم رشتوں کو نبھانا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔" وہ سنجیدگی سے جواب دے کر کمرے سے باہر نکل گئی سبحان احمد اپنی جگہ دم بخود سے بیٹھے رہ گئے۔

☆ ☆ ☆

"آج آپ کو بہت دیر ہو گئی۔" کھڑپیڑ کی آوازیں سن کر وہ کچن میں آئی تو حسب توقع شاہ روز وہاں موجود تھا۔

"ہاں' ایک دوست کے ساتھ ہاسپٹل میں رکا ہوا تھا۔ اس کی وائف کا سیزر ہونا تھا تو اس نے کہا' بلڈ وغیرہ کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔ ویسے میں نے امی کو فون پر بتادیا تھا۔" اس کے آگے بڑھ کر چمچ تھام لینے پر وہ چھوٹی سی کچن ٹیبل کے ساتھ رکھی چیئر کھینچ کر بیٹھتے ہوئے بتانے لگا۔

"تو آپ اس وقت بلڈ دے کر آرہے ہیں؟" چمچ کی مدد سے فرائنگ پین میں گرم ہوتے چاولوں کو الٹ پلٹ کرتے اس نے پوچھا۔

"ہاں' اصل میں ان کی حالت کافی سیریس تھی۔ لیکن خیر اللہ کا شکر ہے وہ اور ان کا بے بی دونوں اب بالکل نارمل ہیں۔" شاہ روز کے چہرے پر اطمینان اور کرب دونوں کیفیات ایک ساتھ چھائی ہوئی تھیں۔ سلاد کی پلیٹ اور پانی کا جگ فرج سے نکال کر رکھتی ثنا نے اس کی کیفیات کو پوری جزئیات کے ساتھ محسوس کیا۔

زیادہ وقت تو نہیں گزرا تھا اس واقعہ کو' امروز کی پیدائش پر شاہ روز کی بیوی نادیہ کچھ پیچیدگیاں ہونے کے باعث چل بسی تھی۔ نادیہ سے شاہ روز کی پسند کی شادی تھی۔ نرم و نازک' ہنستی مسکراتی نادیہ تھی بھی چاہے جانے کے لائق۔ ثنا کو آج بھی شادی والے دن نادیہ کا روپ یاد تھا۔ ریڈ گولڈن شرارے میں اپنے ملکوتی حسن کے ساتھ وہ سیدھی دلوں میں اتری جارہی تھی۔ شاہ روز اسے پاکر بے انتہا خوش تھا اس کی خوشی کو ہر ایک نے محسوس کیا تھا۔ خود ثنا نے ان دونوں کی جوڑی کو سراہتے اس کے سدا قائم رہنے کی دعائیں مانگی تھیں لیکن یہ دعائیں پوری نہیں ہو سکی تھیں۔ نو ماہ پہلے ہونے والی نادیہ کی موت نے شاہ روز کی ہنسی چھین لی تھی۔ بظاہر وہ خود کو سنبھال چکا تھا لیکن اس حقیقت سے گھر کا ہر فرد واقف تھا کہ نادیہ کی یادیں کسی زخم تازہ کی طرح اس کے دل میں آباد ہیں۔

"امروز تو سو گیا ہو گا اب تک؟" چاول کا چمچہ منہ میں رکھتے اس نے ثنا سے پوچھا تو اس نے اثبات میں گردن ہلادی۔

"آج مجھے دیر بھی تو بہت زیادہ ہو گئی ہے۔" اس کے لہجے میں ہلکا سا تاسف تھا۔ شام میں آفس سے آنے کے بعد وہ عموماً" سارا وقت امروز کے ساتھ ہی گزارتا تھا۔ خود امروز بھی اس سے بری طرح اٹیچڈ تھا۔ سارا دن ثنا کے ساتھ گزارتا لیکن شام میں باپ کے آتے ہی اسے چھوڑ کر باپ کی طرف لپکنے لگتا۔ شاہ روز اپنے بیٹے کے لاڈ بھی خوب ہی اٹھاتا تھا۔ یہاں تک کہ وہ اسے رات میں سلاتا بھی اپنے ہی پاس تھا۔ نادیہ کی موت کے بعد ایک رات بھی ایسی نہیں تھی کہ امروز اس کے سوا کسی کے پاس سویا ہو۔ تائی جان نے اس کے آرام کے خیال سے کئی بار امروز کو اپنے کمرے میں سلانا چاہا لیکن وہ راضی نہ ہوا۔

"اس کے رونے اور تنگ کرنے سے میں تھوڑی دیر کے لیے ڈسٹرب ہوتا ہوں لیکن اگر یہ میرے قریب نہ ہوا تو مجھے ایک پل کے لیے بھی نیند نہیں آئے گی۔"

اس کی اس بات پر تائی جان نے پھر کبھی اصرار نہیں کیا تھا۔ ویسے بھی امروز زیادہ تنگ کرنے والا بچہ نہیں تھا۔ اپنی ماں سے ہنسنے مسکرانے کی عادت شاید اسے ورثے میں ملی تھی۔ بھوک یا کسی تکلیف کے علاوہ وہ کبھی بے سبب نہیں روتا تھا لیکن ایسا بھی نہیں تھا کہ اس کی خاطر شاہ روز کو کبھی کوئی پریشانی نہ اٹھانی پڑی ہو۔ بعض اوقات اسے اپنے بیٹے کی خاطر رات رات بھر جاگنا بھی پڑا تھا لیکن وہ اس صورتِ حال پر گھبرانے یا چڑنے کے بجائے بہت صبر و ضبط سے امروز کا خیال رکھتا تھا۔ تائی جان اپنے لاڈوں پلے' نازک مزاج اکلوتے بیٹے کی یہ حالت دیکھ کر آٹھ آٹھ آنسو روتیں لیکن کچھ کہہ بھی نہیں سکتی تھیں' وہ دکھ کے جس دور سے گزر رہا تھا فی الحال اسے ماں باپ اور دوسرے لوگوں کی اپنے لیے تشویش کا احساس نہیں ہو سکتا تھا۔

"دودھ میں ہلکی سی پتی ڈال کر آپ کے لیے چائے بنائی ہے' پی لیں۔" وہ کھانا کھا کر اٹھنے لگا تو ثنا نے اسے روکا۔ جانتی تھی' وہ دودھ پینا قطعی پسند نہیں کرتا لیکن اس وقت جبکہ وہ خون دے کر آیا تھا اسے ضرورت تھی۔

"تم بالکل امی کی طرح ہوتی جا رہی ہو۔" اس کے ہاتھ سے فل سائز کپ تھامتے ہوئے وہ۔ بے ساختہ ہی بولا۔ تائی جان واقعی سب کی ضرورتوں اور پسند ناپسند کا بہت خیال رکھتی تھیں۔

"امروز تمہارے کمرے میں ہی ہو گا اب تک' چلو میں اسے چل کر لے آؤں پھر تم آرام سے سو جانا۔" جلدی جلدی کپ خالی کر کے اس نے ثنا سے کہا اور پھر اس کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

"تھینک یو ثنا! تم امروز کی خاطر بہت تکلیف اٹھاتی ہو۔" سوئے ہوئے بچے کو احتیاط سے دونوں ہاتھوں میں اٹھا کر کمرے سے نکلتے اس نے دروازے کے قریب کھڑی ثنا کا شکریہ ادا کیا۔

اور وہ جو کہنا چاہتی تھی "آج آپ بہت تھکے ہوئے ہیں امروز کو میرے پاس ہی چھوڑ دیں۔" سختی سے لب کچل کر رہ گئی۔

☆ ☆ ☆

"امی! میرے لیے سینڈوچ بنا دیں' بھوک لگ رہی ہے۔" تیرہ' چودہ سالہ شاہ روز بیٹ لہراتا ان کے کمرے میں آیا۔

"اچھا ابھی بناتی ہوں۔" وہ اسے جواب دے کر اپنی گود میں سر رکھ کر لیٹی ثنا کی طرف متوجہ ہو گئیں۔

"جلدی کریں امی! مجھے ٹیوشن پڑھنے بھی جانا ہے۔" پانچ منٹ تک انتظار کرنے کے بعد بھی جب اسے ان کے اٹھنے کے آثار نظر نہ آئے تو جھنجھلا کر انہیں دوبارہ مخاطب کیا۔

"اوہو شاہ روز! تم تو چاہتے ہو جو منہ سے نکلے' فٹافٹ پورا ہو جائے۔ دیکھ نہیں رہے کہ بہن رو رہی ہے۔" انہوں نے بھی جواباً جھنجھلاہٹ کا اظہار کیا۔

"تو اسے رونے کے سوا کام ہی کیا ہے؟ جب دیکھو تب روتی ہی دکھائی دیتی ہے' مس نے ڈانٹ دیا تو رو رہی ہے' گڑیا کی ٹانگ ٹوٹ گئی' رو رہی ہے۔ کسی نے زور سے بات کر لی تو اس کا رونا شروع' رونا' رونا ہر وقت کا رونا آخر کوئی کب تک اس کے نخرے برداشت کرے۔"

اپنی بات نہ مانے جانے پر اسے ایسا ہی شدید غصہ آ جاتا تھا۔ ثنا جو پہلے ہی رو رہی تھی اور بھی شدت سے رونے لگی۔ شاہ روز پاؤں پٹختا وہاں سے اپنے کمرے میں چلا گیا۔ تھوڑی ہی دیر میں ثمرین ایک پلیٹ میں سینڈوچز رکھے اس کے کمرے میں چلی آئی۔

"امی سے کہہ دو جا کر' مجھے نہیں کھانے اب یہ سینڈوچز۔" اس نے پھولے ہوئے منہ کے ساتھ ثمرین سے کہا۔

"یہ تائی جان نے نہیں بنائے' میں خود بنا کر لائی ہوں۔" ثمرین نے ڈرتے ڈرتے بتایا۔

"کیوں تم سے کس نے کہا تھا؟" جواباً وہ غصے سے بولا۔

"کہنا تو کسی نے نہیں تھا لیکن میں خود ہی لے آئی۔

آپ کو ثنا کے رونے سے غصہ آرہا تھا نا۔ اصل میں وہ ممی کی ڈیتھ کے بعد سے ایسی ہو گئی ہے۔" اس نے جیسے بہن کی صفائی پیش کی۔

"مگر تم تو نہیں روتیں اس کی طرح۔" وہ ضدی سے لہجے میں بولا۔

"میں تو اس کی بڑی بہن ہوں۔ بابا کہتے ہیں' بڑوں کو ہمیشہ اپنے چھوٹوں کا خیال رکھنا چاہیے۔"

ثمرین کے بہت تدبر سے کہنے پر وہ شرمندہ ہو گیا۔ ثمرین تو ثناء سے صرف دو سال بڑی تھی جبکہ وہ اس سے چار سال بڑا ہو کر بھی اس کا خیال نہیں رکھتا تھا۔ اسی شرمندگی کے تحت وہ شام میں ٹیوشن پڑھ کر واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں اپنی پاکٹ منی سے خریدی گئی آئس کریم تھی۔

"شاہ بھائی! یہ آپ میرے لیے لائے ہیں۔" ثنا حیران تھی۔

"آف کورس۔" وہ مسکرایا تو ثنا نے خوش ہو کر آئس کریم تھام لی۔ اس دن کے بعد سے وہ وقتاً فوقتاً اس کے لیے کچھ نہ کچھ لاتا رہتا تھا۔ پڑھائی میں بھی مدد کر دیتا تھا۔ اس کی توجہ نے ثنا کے رونے کی عادت میں کافی کمی واقع کر دی تھی۔ اب اگر اسے کوئی مسئلہ ہوتا بھی تو وہ دادی یا مائی جان کے گلے لگ کر رونے کے بجائے اس کے پاس چلی آتی۔ وہ منٹوں میں اسے بہلا لیا کرتا تھا۔ وقت کے ساتھ ساتھ خود اس کے اپنے مزاج میں پایا جانے والا نخرا بھی ختم ہوتا جا رہا تھا۔ ثنا کو رعایت دیتے دیتے اسے ضبط کرنے کا ہنر آ گیا تھا۔ ثمرین کی شادی ہوئی تو وہ اسے خصوصی تاکید کر کے گئی۔

"شاہ روز بھائی! ثنا کا خیال رکھیے گا۔ اگر اسے کوئی مسئلہ ہوا تو وہ بابا کو پریشان کرے گی۔" یوں شاہ روز کو اس کا زیادہ سے زیادہ خیال رکھنے کی عادت سی پڑ گئی۔ جواباً وہ بھی اس کے بہت سے کام نمٹا دیتی تھی۔ دادی اور تائی جان خوش تھے کہ گھر کے دو بگڑے بچے نا صرف سدھر گئے ہیں بلکہ ان میں خاصے دوستانہ تعلقات بھی قائم ہو چکے ہیں۔ اسی دوستی کے سبب ہی شاہ روز نے اسے سب سے پہلے اپنی کلاس فیلو نادیہ میں اپنی دلچسپی سے آگاہ کیا تھا۔ امی اور دادی کو اس معاملے کی خبر دینے سے پہلے وہ خود نادیہ سے مل کر آئی تھی اور اس نے نادیہ کو سو فیصد نمبر دیتے ہوئے اس کا مقدمہ بڑوں کی عدالت تک پہنچایا تھا۔

"مگر ہم لوگ تو کچھ اور ہی سوچ کر بیٹھے تھے۔" تائی جان نے دادی کی طرف دیکھتے اعتراض کیا تھا۔

"مگر ہو گا وہی جو ہم چاہتے ہیں۔" وہ ان کے سامنے ڈٹ گئی تھی۔ دادی اور تائی جان اس کے اصرار پر ہی نادیہ سے ملنے پر راضی ہوئی تھیں اور واقعی وہ اتنی پیاری تھی کہ ان سے انکار نہ ہو سکا تھا۔

ثنا نے ان کی رضامندی کو اپنا کارنامہ قرار دیتے شاہ روز سے باقاعدہ ٹریٹ لی تھی۔ شادی کی تیاریوں اور تقریبات میں بھی اس کا جوش و خروش دیدنی تھا۔

"تم نے تو سچ مچ دوست ہونے کا حق ادا کر دیا۔" شاہ روز اور نادیہ اس کے مشکور تھے۔

"اور اب حق ادا کرنے کی تمہاری باری ہے۔ دادی سے مجھے ایم اے کرنے کی اجازت دلواؤ۔" اس نے فرمائش کی تھی۔

یوں بابا اور تایا جان کے ساتھ گھر کے باقی دو افراد کے ووٹ بھی اس کے ساتھ ہو گئے تھے اور دادی اور تائی جان جو اسے گھر بدر کرنے کے منصوبے بنا رہی تھیں۔ تھک ہار کر چپ اختیار کر گئی تھیں۔ ان کی یہ خاموشی اس کا ایم اے مکمل ہونے تک قائم رہی تھی اور اس کے بعد انہوں نے ایک بار پھر شدومد سے اپنی مہم شروع کر دی تھی۔ لیکن اس بار بھی انہیں ناکامی کا سامنا تھا۔ اچھے سے اچھا رشتہ بھی اس کی نظر میں نہیں سماتا تھا۔

"کہیں تم اپنے کسی کلاس فیلو وغیرہ کو تو پسند نہیں کرتیں؟" اس کے بار بار کے انکار پر ایک مرتبہ نادیہ نے اسے کریدنا چاہا تھا۔

"نہیں بھئی' ویسے بھی تمہاری طرح سب کو اتنے اچھے کلاس فیلو نہیں ملتے۔" وہ بات مذاق میں اڑا گئی تھی۔ پھر اس کے بعد نادیہ کو زندگی نے مہلت ہی نہیں

دی۔ اس کی اچانک موت نے دادی اور تائی جان کو بھی کافی دنوں تک گنگ رکھا لیکن اب وہ اپنی اس ذمہ داری کو پورا کرنے کے لیے ایک بار پھر کمربستہ ہوگئی تھیں اور وہ ایک بار پھر ان کے ہاتھ نہیں آرہی تھی۔

☼ ☼ ☼

"کیا بات ہے بیٹا! کچھ پریشان لگ رہے ہو؟"

امروز کو اپنے سینے پر لٹائے ہمیشہ کی طرح اس کی شرارتوں سے محظوظ ہونے کے بجائے وہ کسی غیر مرئی نقطے پر آنکھیں ٹکائے بالکل چپ چاپ لیٹا تھا۔ ہلکی آواز میں چلتا ٹیلی ویژن بھی اس کی توجہ اپنی طرف کھینچنے سے قاصر تھا۔ دادی جو بہت دیر سے اس کا یہ کھویا کھویا انداز دیکھ رہی تھیں' بالآخر پوچھ بیٹھیں۔

"کچھ نہیں دادی! بس آفس کا کچھ مسئلہ ہے۔" امروز کو نیچے کارپٹ پر بٹھا کر وہ خود صوفے پر سیدھا ہو کر بیٹھا۔

"پھر بھی کچھ پتا تو چلے' تم نے تو اپنے دل کی بات کہنا ہی چھوڑ دی ہے۔ ہم اگر تمہارا مسئلہ حل نہ کر سکے تو بھی کہنے سے تمہارے دل کا بوجھ تو ہلکا ہو جائے گا۔" دادی نے اصرار کیا۔

"ہماری کمپنی نے اپنی ایک برانچ لاہور میں بھی کھول لی ہے۔ وہاں کا سیٹ اپ بنانے کے لیے یہاں سے کچھ لوگوں کو وہاں بھیجا جائے گا۔ سنا ہے میرا نام بھی جانے والوں کی لسٹ میں ہے۔" اس نے اپنی پریشانی کی وجہ بتائی۔

"تو تم انکار دینا' کوئی زبردستی تو نہیں کریں گے وہ لوگ۔" دادی نے اپنے حساب سے حل پیش کیا۔

"انکار ہی تو نہیں کیا جا سکتا۔ آپ کو نہیں معلوم' آج کل حالات کیسے چل رہے ہیں۔ ایک ایک سیٹ کے لیے دس دس بندے لائن لگائے کھڑے ہیں ایسے میں مینجمنٹ کسی کو گھاس ڈالنے کے لیے تیار نہیں۔ معمولی سا بہانا چاہیے ہوتا ہے ایک منٹ میں ٹرمینیشن لیٹر تھما دیتے ہیں۔ اور میں بہرحال اس جاب سے ہاتھ نہیں دھونا چاہتا۔ اتنا اچھا سیلری پیکج کہیں اور ملنا مشکل ہے۔" وہ اب کھل کر ان سے سارا مسئلہ ڈسکس کر رہا تھا۔

"تو بیٹا! پھر چلے جانا اللہ کا نام لے کر۔ تھوڑی پریشانی تو ہو گی تمہیں لیکن روزی روٹی کے لیے تو آدمی سات سمندر پار بھی جانے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ تم تو پھر یہیں اپنے ملک میں ہو گے۔ پندرہ دن مہینے میں گھر کا چکر لگا سکتے ہو۔ فون کی بھی سہولت ہے اور ہم لوگ بھی وقتاً "فوقتاً" تم سے ملنے آتے رہیں گے۔ سال دو سال جتنا عرصہ تمہاری کمپنی تمہیں وہاں رکھے' گزارا کر لو۔ پھر آخر لوٹ کر تو یہیں آنا ہو گا نا!" دادی اسے سمجھانے لگیں۔

"لیکن دادی! امروز کا کیا ہو گا۔ میں تو اس کے بغیر سو ہی نہیں سکتا اور وہاں پر اسے اپنے ساتھ لے جانا بھی ممکن نہیں' اتنا چھوٹا بچہ کسی آیا وغیرہ کے سہارے تو گھر پر چھوڑ کر نہیں جایا جا سکتا۔" اس نے اپنی پریشانی کی اصل وجہ بیان کی۔

"ایک تو تم نے بچے کو اپنے ساتھ ضرورت سے زیادہ ہلا رکھا ہے۔ کتنا کہا تھا تمہاری ماں نے کہ رات کو امروز کو اس کے پاس چھوڑ دیا کرو لیکن تم مانتے ہی نہیں۔" دادی نے ہلکی سی خفگی کا اظہار کیا۔

"بس دادی! میرا دل ہی نہیں مانتا اور اب تو اس قدر اس کا عادی ہو گیا ہوں کہ لگتا ہے' ایک دن بھی اس کے بغیر نہیں رہا جائے گا۔" اس نے امروز کے بال سہلاتے اپنی مجبوری کا اظہار کیا۔

"دل پر جبر تو خیر تمہیں کرنا ہی ہو گا۔ اگر اس کا اچھا مستقبل چاہتے ہو تو تمہیں یہ قربانی دینی پڑے گی۔ اگر آج بچے کی چاہت میں نوکری چھوڑ کر بیٹھ گئے اور کل کلاں کو کوئی ڈھنگ کی نوکری نہیں ملی تو کیسے اس کی اچھی تعلیم کھانے پینے' پہننے اوڑھنے کا انتظام کر پاؤ گے۔ تمہارے باپ اور چچا بھی تمہاری طرح نوکری پیشہ لوگ ہیں۔ جتنا کمایا' تم لوگوں کی تعلیم اور پرورش پر خرچ کر دیا۔ اللہ کا شکر ہے۔ گھر کے حالات ٹھیک ٹھاک ہیں لیکن پیچھے سے کوئی زمین' جائیداد یا روپیہ پیسہ نہیں جو تمہیں سہارا مل سکے۔ اپنے بچے کے

اچھے مستقبل کے لیے تمہیں خود ہی ہاتھ پاؤں مارنے ہوں گے۔"

دادی بہت صاف گوئی سے اس کے سامنے تمام حقائق پیش کر رہی تھیں۔

"یہ ساری باتیں سوچ کر ہی تو میں پریشان ہوں۔ آرڈر آ گئے تو جانا پڑے گا! لیکن امروز کے بغیر کیسے رہوں گا' یہ سوچ سوچ کر سر میں درد ہونے لگا ہے۔"

"ابھی آرڈر آئے تو نہیں ہیں نا! جب تک آتے ہیں' تم اپنے آپ کو ذہنی طور پر تیار کرنے کی کوشش کرو۔ یہ سوچنے کے بجائے کہ تم اپنے بیٹے کے بغیر خوش نہیں رہ سکتے۔ یہ سوچو کہ وہ خود کہاں بہتر طریقے سے رہ سکتا ہے۔ رہی تمہاری بات تو کوشش کرو' اس کے بغیر بھی رہنے کی عادت پڑ سکے۔ اس کے لیے یہ کر سکتے ہو کہ امروز کو ہر دو چار دن بعد' ایک دو دن کے لیے اس کی نانی کے گھر رہنے کے لیے بھیج دو۔ آہستہ آہستہ تمہیں عادت پڑ جائے گی تو اسے چھوڑ کر جانا مشکل نہیں ہو گا۔"

دادی کی تجویز ان حالات میں بالکل مناسب تھی۔ اسے ہامی بھرنا ہی پڑی۔

☼ ☼ ☼

"میری تو بڑی خواہش تھی کہ امروز کو اپنے پاس رکھوں' میری نادیہ کی آخری نشانی ہے لیکن شاہ روز میاں کا خیال کر کے کبھی زبان سے اظہار نہیں کیا۔"

تائی جان نے فون پر نادیہ کی امی سے امروز کو چند رکھنے کے حوالے سے سرسری سی بات کی تھی اور وہ جیسے کسی اشارے کی منتظر تھیں۔ دوسرے ہی دن لشتم پشتم ان کے گھر آ پہنچیں۔

"تم امروز کی بالکل فکر نہ کرو بیٹا! مطمئن ہو کر اپنی ملازمت کی طرف توجہ رکھو۔ امروز بچہ ہے' جلدی بہل جائے گا۔ آہستہ آہستہ عادت پڑ جائے گی میرے ساتھ رہنے کی تو تمہارے جانے کے بعد مستقل بھی آرام سے رہ لے گا۔ وہاں اس کے ساتھ کھیلنے اور سنبھالنے کو اور بھی بچے ہیں۔ بچوں کے درمیان رہ کر کھیلتا کودتا کب بڑا ہو جائے گا تمہیں پتا بھی نہ چلے گا۔" وہ ثنا کے منہ کے بگڑتے زاویوں سے بے خبر مسلسل شاہ روز کو تسلیاں دینے میں مصروف تھیں۔

"بس بہن! آپ کی مہربانی ہے۔ آپ اور ہم مل جل کر ہی اس بچے کو سنبھال سکتے ہیں۔ بلکہ سنبھالنے کی بھی بات نہیں۔ اصل مسئلہ شاہ روز کا ہے۔ بچے میں جان اٹکی رہتی ہے اس کی۔ اچانک جدا ہو تو سہہ نہیں سکے گا اور یہاں ایک ہی گھر میں رہ کر ہم امروز کو اس سے جدا نہیں کر سکتے۔ اس لیے آپ کی مدد مانگی ہے۔ امروز آپ کی طرف رہے گا تو ایک تو تسلی رہے گی' دوسرے شاہ روز کو بھی اس کے بغیر رہنے کی تھوڑی عادت ہو جائے گی۔" تائی جان نے لہجے میں ممنونیت اور احسان مندی سموتے انہیں جواب دیا۔

"ثنا! تم نے امروز کی ضروری چیزیں بیگ میں رکھ دی ہیں نا۔ یہ نہ ہو کہ بعد میں یہ لوگ پریشان ہوں۔" دادی نے سب کو چائے سرو کرتی ثنا سے پوچھا۔

"جی دادی!" اس نے مختصراً جواب دیا۔

"اس بچی نے بھی بڑا خیال رکھا ہوا ہے میرے نواسے کا۔ اللہ اس کے نصیب کھولے لیکن یہ اپنے گھر کی ہو گئی تو آپ لوگوں کے لیے امروز کو سنبھالنا بہت مشکل ہو جائے گا۔" انہوں نے ثنا کی طرف پیار سے دیکھتے ہوئے کہا اور پھر تائی جان کی طرف جھک کر ذرا سرگوشی میں پوچھنے لگیں۔

"رشتے وغیرہ تو آتے ہوں گے ثنا کے' آپ لوگ کب تک شادی کا ارادہ رکھتے ہیں؟"

"جی بس' رشتے تو بہت ہیں۔ جلد ہی کوئی اچھا رشتہ منتخب کر کے اسے اپنے گھر کا کر دیں گے۔" تائی جان نے سہولت سے جواب دیا۔

"زیادہ چھان پھٹک میں وقت مت گنوایئے گا۔ آج کل رشتوں کا کال پڑا ہے۔ بچیاں جلد از جلد اپنے گھروں کی ہو جائیں یہی مناسب ہے۔" وہ بہت دل لگا کر دادی اور تائی جان کو مشوروں سے نواز رہی تھیں۔ ثنا کے برتن پٹخنے اور زور سے کرسی گھسیٹنے کا انہوں نے کوئی نوٹس نہیں لیا تھا' البتہ دادی حسب توفیق اسے

گھور کر تمیز میں رہنے کا اشارہ کر رہی تھیں۔

"نہیں کیا تکلیف' میری شادی ہو یا نہ ہو یہ ان کا مسئلہ تو نہیں جو وہ بیٹھی مشوروں پر مشورے دے رہی تھیں۔" شاہ روز' نادیہ کی امی اور امروز کو ان کے گھر ساتھ چھوڑنے گیا تھا۔ دادی نے ان کے جاتے ہی ثنا کی کلاس لینی شروع کر دی۔ وہ جو پہلے ہی نادیہ کی امی کی باتوں پر خفا تھی اور بھی بلبلا کر بولی۔ لیکن دادی بھی اس کی ہی دادی تھیں' ذرا بھی اس کے غصے کو خاطر میں نہ لائیں۔ اس سے بڑھ کر غصے سے بولیں۔

"تکلیف کیسے نہیں ہوگی۔ کنواری لڑکی گھر بیٹھی ہو تو زمانے بھر کو فکر لگ جاتی ہے۔ چلو جن بیچاریوں کی کسی وجہ سے نہیں ہو پا رہی ہو' ان پر تو صبر کر سکتے ہیں لیکن جس کے لیے اچھے بھلے رشتے موجود ہوں اس کا گھر بیٹھنا دس طرح کے شکوک پیدا کر دیتا ہے۔"

"آپ سمجھ نہیں رہی ہیں دادی! نادیہ کی امی میری شادی پر اس لیے زور دے رہی ہیں کہ بہانے سے امروز کو مستقل اپنے پاس لے جائیں۔ آپ نے ان کی باتیں سنی نہیں تھیں۔ آپ بتائیں' کیا ہم اپنے امروز کو مستقل اس گھر سے جانے دیں گے۔" اس نے اپنا لہجہ دھیما کر کے دادی کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی۔ جواباً" ان کے ماتھے پر پُر سوچ شکنیں پھیل گئیں۔

"میں صاف بتا رہی ہوں دادی! میں امروز کو کہیں نہیں جانے دوں گی اور اگر وہ سوچ رہی ہیں کہ میری شادی دادی کروا کر وہ امروز پر قبضہ کر سکتی ہیں تو یہ ان کی بھول ہے۔ آپ ان کو بتا دیجیے گا کہ میرا شادی کا کوئی ارادہ نہیں اس لیے انہیں امروز کے سلسلے میں پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔" دادی کے نرم تاثرات دیکھ کر وہ کچھ زیادہ ہی بول گئی تھی۔

"کیوں نہیں کرنی تم نے شادی؟ زیادہ شوق ہے بچے پالنے کا تو شادی کر لو اور اپنے بچے پالو' پرائے بچے پر قبضہ کرنے اور اس کی خاطر جہاں بھر سے لڑائیاں مول لینے کی کوئی مار نہیں پڑ رہی ہے۔" دادی بھڑک چکی تھیں۔

"کیا بات ہے اماں! کیوں خفا ہو رہی ہیں آپ میری بیٹی پر۔" تایا جان جو ابھی وہاں آئے تھے' دادی کے تیور اور اس کے چہرے پر چھائے صدمے کو دیکھ کر پوچھنے لگے۔

"کوئی خاص بات نہیں ہے۔ امروز اپنی نانی کے گھر چلا گیا ہے ان کے ساتھ' اس لیے ثنا خفا ہے اور اماں اسے سمجھا رہی ہیں۔" تائی جان جواب تک خاموش تماشائی بنی بیٹھی تھیں' انہیں بتانے لگیں جبکہ ثنا جو دادی کے الفاظ سے سخت دل برداشتہ ہو گئی تھی۔ آنکھوں میں امنڈ آنے والی نمی کو چھپانے کے لیے فوراً" ہی کمرے سے باہر نکل گئی۔

"صحت ڈانٹا کریں اسے اماں! ایک دن کا تھا امروز' تب سے اسے سنبھال رہی ہے۔ بچے سے انسیت ہو گئی ہے اسے' اس لیے اس کے جانے سے ڈسٹرب ہے۔"

"اس کے بھلے کے لیے ہی کہتی ہوں' لڑکی ذات ہے' کل کو بیاہ کر دوسرے گھر بھی جانا ہے۔ اس طرح اگر امروز میں دل اٹکا کر رکھے گی تو اپنا گھر کیسے بسائے گی۔" تایا جان کے ٹوکنے پر دادی نے اپنے رویے کی توجیہہ پیش کی تو وہ دونوں میاں بیوی سر دھن کر چپ ہو گئے۔ نادیہ کی جواں مرگی نے ان کے گھر کی ہنستی بستی فضاؤں میں مسائل اور اندیشے لا بسائے تھے۔

☼ ☼ ☼

"کیا بات ہے؟ آج میری بیٹی کا موڈ کچھ خراب لگ رہا ہے' کیا آج پھر ثمرین اپنے بچوں کو یہاں چھوڑ کر شاپنگ کے لیے چلی گئی تھی۔" وہ معمول کے مطابق بابا کو کافی دینے ان کے کمرے میں گئی تو انہوں نے اس کی اتری ہوئی صورت دیکھ کر پوچھا۔

"بس بابا! ایسے ہی۔" اس نے ٹالنا چاہا۔

"ایسے ہی تو نہیں' میری بیٹی کا چہرہ کسی معمولی بات پر تو اس طرح نہیں مرجھا سکتا۔" انہوں نے کپ ایک سائیڈ پر رکھ کر پوری توجہ اس کی طرف مرکوز کی۔ اور وہاں تو ضبط کے بندھن پہلے ہی مشکل سے بندھے

تھے۔

"ارے' ارے' یہ کیا بھئی' میں تو سمجھا تھا۔ تم رونا چھوڑ چکیں۔ مگر اس وقت یہ موسلا دھار بارش کس لیے؟" بابا پریشان سے ہو گئے۔

"آپ بتائیں بابا! کیا امروز میرے لیے پرایا بچہ ہے؟ کیا میرا اس سے کوئی تعلق نہیں؟" سسکیوں کے درمیان ہی اس نے ان سے پوچھا۔

"یہ تم سے کس نے کہا؟" بابا حیران ہو گئے۔

"دادی نے۔"

"اماں نے' مگر کیوں؟" اس کا جواب انہیں مزید حیران کر گیا تھا۔ "تم مجھے تفصیل سے ساری بات بتاؤ۔"

"ہوں۔" ساری بات سننے کے بعد وہ پُرسوچ انداز میں بولے۔

"دیکھو بیٹا! یہ ٹھیک ہے کہ تم نے امروز کو سنبھالا' تم اس سے پیار بھی بہت کرتی ہو۔ لیکن جب بات حق کی آئے گی تو تمہارا حق کہیں تسلیم نہیں کیا جائے گا۔ بچے پر اس کے ماں باپ' دادا دادی یا نانا نانی کا ہی حق ہوتا ہے۔ اگر نادیہ کی امی کو شاہ روز اور تمہارے تایا جان' تائی جان اجازت دے دیتے ہیں تو تم انہیں بچے کو مستقل اپنے پاس رکھنے سے نہیں روک سکتیں۔ دوسرے اس معاملے کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ جلد یا بدیر تمہاری شادی ضرور ہونی ہے۔ شادی کے بعد تم چاہو بھی تو تمہارا شوہر اور سسرال والے امروز کو کسی طرح قبول نہیں کریں گے۔" وہ اسے نرمی سے سمجھا رہے تھے۔

"لیکن بابا! میں نے آپ سے کہا تھا نا کہ مجھے شادی نہیں کرنی۔" اس نے فوراً ہی ان کی بات کاٹی۔

"اول تو یہ ممکن نہیں' لیکن چلو' ایک بار اس پہلو سے بھی سوچ لیتے ہیں تو یہ بتاؤ کہ کیا شاہ روز ساری زندگی ایسے ہی بیٹھا رہے گا۔ بے شک ابھی غم تازہ ہے اس کا' دوسری شادی کی طرف دھیان نہیں جاتا لیکن چند سال بعد وہ دوسری شادی ضرور کرے گا تو سوچو' اس وقت اس کی بیوی کا امروز پر زیادہ حق ہو گا یا تمہارا۔" وہ اسے حقائق سے آگاہ کر رہے تھے۔

"میں یہ نہیں کہتا کہ محبت کے اور دل کے رشتے کچھ نہیں ہوتے لیکن حقیقت یہی ہے کہ خونی اور قانونی رشتوں کو ہر جگہ اولیت حاصل ہوتی ہے۔ تم کتنا ہی امروز پر جان چھڑکو' اس پر حق رکھنے والوں کی لسٹ میں تمہارا نام کبھی نہیں آئے گا۔" وہ اسے سوچوں کے گرداب میں پھنسا چکے تھے۔ الجھی الجھی سی وہ اپنے اور دادی کے مشترکہ کمرے میں لوٹ آئی۔ دادی اپنے بستر پر گہری نیند سو رہی تھیں لیکن خود اس کی آنکھوں میں نیند کا شائبہ تک نہیں تھا۔ بستر پر کروٹیں بدلتے ڈیڑھ دو گھنٹے گزر گئے لیکن نیند تھی کہ مہربان ہو کر نہیں دے رہی تھی۔ ایسے میں دروازے پر ہونے والی دستک کی ہلکی سی آواز اس نے بخوبی سنی۔

"آپ' خیریت ہے؟" دروازہ کھولنے پر سامنے کھڑے شاہ روز کو دیکھ کر اس نے تشویش سے پوچھا۔

"ہاں' بس نیند نہیں آ رہی تھی' میں نے سوچا' دادی کی دواؤں میں اگر کوئی نیند کی دوا ہو تو تم سے لے لوں۔" اس نے اپنی آمد کا سبب بتایا تو وہ خاموشی سے مڑ کر دادی کے سرہانے موجود دواؤں میں سے نیند کی ایک گولی نکال لائی اور اسے تھما دی۔

اگلی رات وہ پھر اس کے دروازے کے آگے کھڑا تھا۔

"یہ مسئلے کا حل تو نہیں شاہ بھائی! ثنا نے اس کی فرمائش پر ایک بار پھر اسے گولی دیتے ہوئے احساس دلایا تھا۔

☆ ☆ ☆

"اس مسئلے کا ایک ہی حل ہے اور وہ یہ کہ تم ثنا سے شادی کر لو۔"

"جی! یہ کیا کہہ رہی ہیں آپ دادی؟" اگلے دن آفس سے آتے ہوئے وہ امروز کو اپنے ساتھ واپس لے آیا تھا۔

"تم میں بالکل برداشت نہیں ہے شاہ روز!" دادی نے اسے ڈپٹا تھا۔

"میں امروز کی جدائی برداشت نہیں کر سکتا۔" اس نے صاف گوئی سے اعتراف کرتے اپنی مجبوری کا اظہار کیا تھا اور اس اظہار کے نتیجے میں ہی دادی نے ثنا سے شادی کا مشورہ دے ڈالا تھا۔

"آپ نے یہ بات سوچ کیسے لی دادی؟" وہ شدید شاکڈ تھا۔

"تمہاری اور ثنا کی حالت دیکھنے کے بعد مجھے تو یہی سب سے بہترین حل نظر آتا ہے۔ تم سے اپنے بچے کے بغیر رہا نہیں جاتا اور وہ بھی امروز کی دیوانی ہے۔ جیسے تم بے حال ہو اپنے بیٹے کے بغیر ایسے ہی وہ بھی سارا وقت بولائی پھرتی ہے اس کے لیے۔ بچے کی خاطر اس کی محبت میں تم لوگ اگر یہ قدم اٹھاؤ تو کوئی ایسی تعجب کی بات بھی نہیں۔" دادی اپنی تجویز سے پوری طرح مطمئن تھیں۔

"میں اتنا خود غرض نہیں ہوں کہ اپنے بچے کی خاطر ثنا کو خود سے باندھ لوں۔ ٹھیک ہے' وہ امروز کو چاہتی ہے' اس کا خیال رکھتی ہے لیکن اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ ہم اس سے اس کے ارمانوں کی قربانی مانگ لیں۔ اتنے اچھے اچھے رشتوں کے لیے اس نے انکار کر دیا پھر میری کیا حیثیت۔ میں تو اسے محبت بھی نہیں دے سکتا۔ آپ سب جانتے ہیں میں نے ملیحہ سے محبت کی شادی کی تھی۔ اس کے لیے میرے دل میں جو مقام ہے وہ کسی اور کے لیے کیسے ہو سکتا ہے۔ ثنا مجھے بہت عزیز ہے۔ میں چاہتا ہوں اسے مجھ سے بہت اچھا کوئی بہت ہی پیار کرنے والا ساتھی ملے۔" وہ دو ٹوک الفاظ میں انکار کر کے کھڑا ہو گیا تھا۔

"میں بھی کوئی اس کی دشمن نہیں ہوں۔ میری بھی یہی خواہش ہے کہ اس کی کسی اچھی جگہ شادی ہو جائے لیکن جانے کیوں وہ راضی ہی نہیں ہوتی۔ سوچا شاید امروز کی خاطر تم سے شادی پر تیار ہو جائے۔" دادی نے اپنے دلائل پیش کیے۔

"میرا خیال ہے اس موضوع پر مزید بحث نہیں ہو سکتی۔" اس نے جھک کر امروز کو گود میں اٹھایا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔ دوسری صبح وہ ثنا سے کہہ رہا تھا۔

"امروز کو تیار کر دو۔ آفس جاتے ہوئے اسے اس کی نانی کے گھر چھوڑتا ہوا جاؤں گا۔"

"لیکن یہ کل شام ہی تو واپس گیا ہے پھر آپ اسے آج دوبارہ کیوں لے جا رہے ہیں؟" ثنا نے زبردست احتجاج کیا تھا۔

"مجھے بہت باوثوق ذرائع سے پتا چلا ہے کہ اگلے مہینے تک میرا لاہور ٹرانسفر کر دیا جائے گا۔ میں چاہتا ہوں میرے جانے سے پہلے پہلے یہ اپنی نانی کے گھر ایڈجسٹ ہو جائے۔"

شاہ روز نے اسے اتنے روکھے انداز میں جواب دیا تھا کہ وہ مزید کچھ کہنے کی ہمت ہی نہ کر سکی اور خاموشی سے امروز کو تیار کر دیا تھا۔

"ٹھیک ہے ان کا بچہ ہے جہاں دل چاہے رکھیں۔ میں کون ہوتی ہوں حق جتانے والی۔ اب تو واپس بھی آ جائے گا تو نہیں لوں گی ان کے بیٹے کو۔" وہ شاہ روز کے جانے کے بعد کافی دیر تک بڑبڑاتی رہی تھی لیکن پھر دوپہر ہوتے ہوتے تک اس کا موڈ تبدیل ہو گیا تھا۔

"امروز کیا کر رہا ہو گا۔ پتا نہیں اس کی نانی نے اسے سیریلیک بنا کر کھلایا ہو گا یا نہیں۔ اس ٹائم تو وہ سو جاتا ہے۔ وہاں اس کے ننھیال میں تو اتنے سارے بچے ہیں۔ اتنے شور شرابے میں اسے نیند کہاں آتی ہے۔ مجھے دیکھا نہیں۔ کبھی کزن کے بچے رکتے آ جائیں تو کتنا پریشان ہو جاتا ہے۔" وہ مسلسل تشویش کا شکار تھی۔

"تم ایسا کرو فون کر کے اس کے بارے میں معلوم کر لو۔" بالآخر تائی جان نے اس کی بے چینی کو دیکھتے ہوئے مشورہ دیا تھا۔

"السلام علیکم' مسیحہ بھابھی! میں ثنا بات کر رہی ہوں۔" دوسری طرف سے ملیحہ کی دوسرے نمبر کی بھابھی نے فون ریسیو کیا تھا۔

"جی بس۔ اللہ کا شکر ہے' سب خیریت ہے۔ آپ یہ بتائیں۔ ہمارا امروز کیا کر رہا ہے۔ اس نے آپ کو زیادہ تنگ تو نہیں کیا۔" سلام دعا کے بعد خیریت سے فارغ ہوتے ہی اس نے امروز کے بارے میں پوچھا۔

"تنگ تو خیر اس نے بہت کر رکھا ہے' سارا وقت روتا رہتا ہے۔ بھرا پرا بچوں والا گھر ہے' ایسے میں خاموشی کہاں ہو سکتی ہے اور وہ ہے کہ ذرا سی آہٹ پر اٹھ بیٹھتا ہے۔ امی نے تو اس کی وجہ سے ہمارے بچوں کا بھی ناطقہ بند کر رکھا ہے۔ بے چاروں کو اپنے ہی گھر میں آزادی سے کھیلنے کودنے' بات کرنے کی اجازت نہیں۔"

وہ شاید زیادہ ہی جلی بیٹھی تھیں اس لیے نہایت صاف گوئی سے بولیں۔ ان کی باتوں نے ثنا کی بے چینی کو مزید بڑھا دیا تھا۔ فوراً" ہی شاہ روز کے آفس فون کر کے ہدایت دی۔

"واپسی میں امروز کو گھر لیتے آیئے گا۔" لیکن وہ واپس آیا تو تنہا تھا۔

"آپ امروز کو لے کر نہیں آئے؟" ثنا کو سخت صدمہ ہوا۔

"نہیں' میں خود اس سے مل کر آگیا ہوں۔" اس نے ایک کرسی پر بیٹھ کر اپنے جوتے موزے اتارتے اطمینان سے بتایا۔

"میں نے آپ سے کہا بھی تھا کہ وہ وہاں آرام سے نہیں ہے۔ پھر بھی آپ اسے واپس نہیں لائے۔"

"بچہ ہے' آہستہ آہستہ عادی ہو جائے گا۔" وہ ثنا کے شکوے کو خاطر میں نہیں لایا تھا۔

☆ ☆ ☆

"امروز کیسا ہے؟ اسے زیادہ چوٹ تو نہیں لگی؟"

وہ اور تائی جان' تایا جان کے ساتھ بھاگم بھاگ ہاسپٹل پہنچے تھے۔ امروز کی ممانی نے گھر پر فون کر کے امروز کے سیڑھیوں سے گرنے کی اطلاع دی تھی۔ اس نے ان سے ہاسپٹل کا ایڈریس لیا اور تائی جان اور تایا جان کے ساتھ وہاں چلی آئی۔ آج اتفاق سے بابا کے کالج کی چھٹی تھی۔ اس لیے وہ دادی کے پاس رک گئے تھے۔ وہ لوگ جب ہاسپٹل پہنچے تو شاہ روز بھی وہاں موجود تھا۔

"آخر وہ گرا کیسے؟ کیا وہاں اسے کوئی دیکھنے والا نہیں تھا؟" وہ سخت غصے میں تھی۔

"آنٹی اس کے نزدیک ہی تھیں' بس اتفاق ہے کہ حبیب بھائی کا چھوٹا بیٹا بھاگتا ہوا آیا اور امروز سے ٹکرا گیا۔ امروز ریلنگ پکڑ کر سیڑھیوں کے پاس کھڑا تھا۔ دھکا لگنے سے لڑھک گیا۔" شاہ روز خود بھی کافی اپ سیٹ لگ رہا تھا۔

"میں نے کہا تھا نا آپ سے' اسے وہاں مت چھوڑیں' مگر آپ نے میری بات نہیں مانی۔" وہ روہانسی ہو گئی تھی۔

"ہاں' بس ایک تمہارا ہی بچہ تو لاڈلا انوکھا ہے۔ کون سا میرے بچے نے اسے جان کر دھکا دے دیا۔ وہ بے چارہ تو اپنے کھیل میں مصروف تھا۔ کیا غریب اپنے باپ کے گھر میں بھی آزادی سے نہیں کھیل سکتا۔" نادیہ کی بڑی بھابھی جو وہاں نزدیک ہی کھڑی تھیں یکدم الٹ پڑیں۔ ویسے بھی وہ اپنی تند خوئی کے لیے مشہور تھیں۔

"ثنا کے کہنے کا یہ مطلب نہیں تھا بیٹا! اصل میں امروز کو بہت چاہتی ہے۔ اس لیے اسے چوٹ لگنے کا سن کر گھبرا گئی۔" تائی جان نے آگے بڑھ کر معاملہ سنبھالا۔ جبکہ تایا جان اس کا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھ گئے۔

"اف۔" امروز پر پہلی نظر پڑتے ہی اس نے اذیت سے آنکھیں میچ لی تھیں۔ ماتھے پر لگے ٹانکے' بائیں رخسار پر پڑا بڑا سا نیل اور پھٹ کر سوج جانے والا نچلا ہونٹ پہلی نظر میں تو وہ امروز لگ ہی نہیں رہا تھا۔

وہ اس کے قریب بیٹھ کر بے تحاشہ اسے چومنے لگی۔

"ڈاکٹر نے مرہم پٹی کر کے دوا دے دی ہے۔ کہہ رہا تھا' ویسے تو سب ٹھیک ہے لیکن آج ایک رات کے لیے اسے انڈر آبزرویشن رکھیں گے۔"

سرہانے بیٹھی اس کی نانی شرمندہ شرمندہ سی بتا رہی تھیں۔ تائی جان بھی ان کے پیچھے ہی وہاں پہنچ چکی تھیں۔ لاڈلے پوتے کی حالت نے ان کے دل پر بھی گھونسہ لگایا اور وہ چپ کی چپ کھڑی رہ گئیں۔ ان لوگوں نے امروز کو ہتھیلی کا چھالہ بنا کر پالا تھا۔ آج تک

اسے کوئی معمولی چوٹ بھی نہیں لگی تھی اور اب وہ ایسی حالت میں پڑا تھا تو سہارنا مشکل لگ رہا تھا۔

"میں شرمندہ ہوں اموز کو بہت دعوے سے اپنے گھر لے گئی تھی۔ محبت اپنی جگہ۔ لیکن سچ یہ ہے کہ اس عمر میں چھوٹا بچہ سنبھالنے کی ہمت اور طاقت نہیں رہی۔ بیٹیاں سب اپنے گھروں کی ہیں اور بہوئیں نہ جانے کیوں اسے دیکھ کر خوش نہیں ہوئیں۔" وہ بھیگی آنکھوں کے ساتھ اعتراف کر رہی تھیں۔

"کوئی بات نہیں بہن! بچوں کے ساتھ ایسے چھوٹے موٹے حادثات ہو ہی جاتے ہیں۔" ان کی حالت دیکھتے تایا جان نے انہیں تسلی دی۔ آدھے پون گھنٹے میں اموز کے ننھیال سے آئے تمام افراد رخصت ہو چکے تھے۔

"امی! اب آپ لوگ بھی گھر جائیں۔ وہاں دادی اور چچا جان پریشان ہو رہے ہوں گے۔"

"میں یہیں رکوں گی اموز کے پاس۔" شاہ روز کے کہنے پر اس نے فوراً ہی اپنا فیصلہ سنایا۔ شاہ روز نے ایک بے بس سی نظر تایا جان کی طرف ڈالی۔

"ٹھیک ہے رکنے دو اسے۔ ویسے بھی اگر تمہیں کسی کام سے کمرے سے باہر جانا پڑا تو بچے کے ساتھ پیچھے کوئی دیکھ بھال کرنے والا ہونا چاہیے۔" تایا جان نے اس کے حق میں دلیل دی۔ یوں شاہ روز کو بھی چپ ہونا پڑا۔

رات بھر اموز تکلیف سے بے چین رہا۔ ثنا اس کی پٹی سے لگی بنا پلک جھپکائے بیٹھی تھی۔ اس کی ہلکی سی آواز پر بھی لپک کر اس کی طرف متوجہ ہوتی تھی۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ کس طرح اموز کی تکلیف کو کم کر سکے۔ شاہ روز بھی اس کے ساتھ ہی جاگ رہا تھا۔ ثنا کی بے چینی اموز کے لیے تڑپ، کچھ بھی اس کی نظروں سے پوشیدہ نہیں تھا۔ دادی کی وہ تجویز جو ابھی چند دن پہلے بالکل بے تکی لگ رہی تھی۔ بار بار ذہن پر دستک دے رہی تھی۔

"ثنا! ایک بات پوچھوں؟" صبح کے قریب وہ کینٹین سے اس کے اور اپنے لیے ڈسپوزیبل کپ میں چائے لے کر آیا تو ایک کپ اسے تھماتے بے ساختہ ہی پوچھ بیٹھا۔

"جی!" چائے کا گھونٹ لیتے اس نے اموز پر نظریں جمائے جمائے ہی جواب دیا۔

"تم شادی کے لیے ہاں کیوں نہیں کرتیں؟"

"جی۔" شاہ روز کے سوال پر وہ پوری طرح اس کی طرف گھومی تھی اور ایک لمبا سا استعجابیہ "جی" کیا تھا۔

"میرا مطلب ہے 'کوئی خاص شخص' یا آئیڈیل جس کا تمہیں انتظار ہے؟"

"آئیڈیل کسے ملا کرتا ہے۔" وہ یاسیت سے مسکرائی۔

"پھر یہ ہر بار کی نہ کس لیے؟" وہ حیران ہوا۔

"آج تک وہ بام ہی سامنے نہیں آیا جس کے لیے ہاں کہوں۔"

"کوئی ہے ثنا! جس کی وجہ سے تم کسی کے لیے بھی ہونٹوں پر ہاں نہیں لاتیں کیا تمہیں کوئی ایسا نہیں ملا جو تمہارے لیے مخلص ہو۔" وہ جو پوچھ رہا تھا اس کے جواب میں اس کے پاس خاموشی کے سوا کچھ نہیں تھا۔

"میری زندگی میں کسی کی جگہ کا کیا مقام ہے میں کسی اس کی جگہ کسی کو نہیں دے سکتا لیکن اموز کی خاطر مجھے جلد ہی ایسا کوئی قدم اٹھانا پڑے گا۔ مجھے بیوی کی چاہت نہ سہی لیکن اسے ماں کی ضرورت ہے۔ لیکن سوچتا ہوں اس سے سچا پیار کرنے والی ماں کہاں سے ڈھونڈوں گا۔" وہ کیا کہنا چاہ رہا تھا وہ سمجھنے سے قاصر تھی۔

"اگر میں تمہاری اموز کے لیے محبت کا امتحان لینا چاہوں تو کیا تم یہ امتحان دو گی ثنا!" شاہ روز کے انداز میں کوئی خاص بات تھی۔ ثنا نے پلکیں اٹھا کر اس کی آنکھوں میں جھانکا۔

"تم اموز کی ماں بن جاؤ۔" وہ یکدم ہی کہہ گیا تھا۔ ثنا گنگ سی اسے دیکھتی رہی۔

"یہ مت سمجھنا کہ میں صرف خود غرضی میں ایسا کہہ رہا ہوں۔ میں نے بہت سوچا ہے اس بارے میں۔ میرے ذہن میں یہی خیال آیا کہ تم کسی خاص وجہ

سے شادی نہیں کرنا چاہتیں اور ایسا ہی میرے ساتھ بھی ہے۔ امروز میری کمزوری ہے اور تم بھی اسے بے تحاشا چاہتی ہو تو کیوں نہ ہم لوگ اپنی اپنی اغراض اور امروز کی محبت کی خاطر ایک ہو جائیں۔ ہم دونوں ہی کی اپنی ذات کے لیے اپنے پارٹنر سے کوئی ڈیمانڈ نہیں ہو گی اور امروز کو ماں باپ کا پیار مل جائے گا۔" وہ جو کچھ کہہ رہا تھا۔ ثنا خاموشی سے سن رہی تھی۔

"اگر میرا کوئی اندازہ غلط ہو تو، میں تم سے ایکسکیوز کرتا ہوں بہرحال انکار کا حق تو تمہارے پاس موجود ہے ہی۔" وہ اس کی خاموشی پر وضاحت دینے لگا تھا۔

"میں راضی ہوں، آپ گھر کے بڑوں سے بات کر لیجیے گا۔" جس سکون سے اس نے جواب دیا۔ وہ شاہ روز کے لیے بے حد حیران کن تھا۔

☆ ☆ ☆

"تمہارا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا؟" ثمرین کو پتہ چلا تو دوڑ آئی۔

"کیوں اس میں دماغ خراب ہونے کی کیا بات ہے؟ تم ہی لوگ تو دن رات پیچھے پڑے رہتے تھے کہ شادی کر لو۔ اب میں نے ہاں بھری ہے تو بھی تمہیں تکلیف ہے۔"

"اعتراض شادی پر نہیں۔ اعتراض اس بات پر ہے کہ دنیا جہاں کے رشتے ٹھکرانے کے بعد تم نے ہاں کی تو ایسے رشتے کے لیے۔" ثمرین سخت خفا تھی۔

"کیوں، کیا برائی ہے اس رشتے میں؟" اس کا اطمینان ہنوز برقرار تھا۔

"لوگ کیا کہیں گے، ساری دنیا کے کنوارے مر گئے تھے جو ہم نے تمہیں اٹھا کر شادی شدہ اور ایک بچے کے باپ سے بیاہ دیا۔"

"تو تم کہہ دینا کہ یہ رشتہ ثنا کی مرضی سے ہوا ہے۔" اس نے آرام سے مشورہ دیا جس پر ثمرین کچھ اور خفا ہو گئی۔

"کیوں تمہارا شاہ روز بھائی کی شادی سے پہلے ان کے ساتھ معاشقہ چلتا رہا ہے، جسے اب تم پایۂ تکمیل کو پہنچا رہی ہو۔"

"میں فضول سوالوں کے جواب دینے کی پابند نہیں۔"

اس بار وہ برداشت نہ کرتے ہوئے وہاں سے واک آؤٹ کر گئی تھی۔ جب سے گھر میں اس کے اور شاہ روز کے رشتے کے حوالے سے بات چھڑی تھی، مختلف قسم کی آرا سامنے آ رہی تھیں۔ بابا نے اسے پاس بٹھا کر صرف اتنا کہا تھا۔

"جذبات کے بجائے مکمل ہوش و حواس کے ساتھ فیصلہ کرو۔ شاہ روز سے شادی کر کے تم بیک وقت بیوی اور ماں کے عہدوں پر فائز ہو گی۔ دونوں رشتے وہ بھی ایسی صورت میں کہ امروز تمہارا سگا بیٹا نہیں اور شاہ روز ابھی تک اپنی پہلی بیوی کی محبت کے حصار میں ہے، نبھانا بہت ہمت اور حوصلے کا کام ہے۔ اگر تم اپنے اندر ان ذمہ داریوں سے بخوبی نمٹنے کی صلاحیت پاتی ہو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ کیونکہ فیصلہ تمہارا ہے اور ساری زندگی تم نے ہی اسے نبھانا ہے۔"

اور وہ جانتی تھی کہ اپنا فیصلہ نبھانے کی اہلیت ہے اس میں، اس لیے کسی قدم پر بھی پیچھے نہیں ہٹی۔

"اچھا تو بچے سے اس لیے اتنا پیار جتایا جاتا تھا کہ ایک دن اس کے باپ پر قبضہ کر سکیں۔" کہیں یہ بے رحمانہ تبصرے تھے تو کہیں کوئی اس کی تعریف میں رطب اللسان تھا۔

"ثنا بڑے ظرف کی مالک ہے، جو امروز کی خاطر اتنی بڑی قربانی دے رہی ہے۔" اور وہ دونوں ہی طرح کے تبصروں سے بے نیاز تھی۔ نہ کسی کی حوصلہ شکن باتیں اس کی استقامت میں رکاوٹ بن رہی تھیں نہ کسی کی تعریفوں نے اس کے دل میں اپنے لیے اتراہٹ پیدا کی تھی۔ وہ بس خاموشی اختیار کیے ہوئے تھی۔ پُرسکون اور مطمئن خاموشی۔

☆ ☆ ☆

"اسے کہاں لے جا رہی ہو؟" وہ دلہن بنی شاہ روز

کے بیڈ روم میں موجود تھی۔ شادی کی تقریب میں ہنستا مسکراتا، سب کے ہاتھوں ہاتھ رہنے والا امروز اب تھک کر بیڈ پر اس کے قریب سویا ہوا تھا۔ ثمرین جو ثنا کو اس بیڈ روم تک چھوڑنے آئی تھی، جاتے ہوئے امروز کو اٹھانے لگی تو ثنا نے فوراً ہی اسے ٹوک دیا۔

"میں اسے آج اپنے پاس رکھ لیتی ہوں، اس کی وجہ سے تم لوگ ڈسٹرب ہو گے۔" ثمرین نے اسے سمجھایا۔

"اگر اسے کسی اور کے حوالے کرنا ہوتا تو شاہ روز کو مجھ سے شادی کی کیا ضرورت تھی۔ تم اسے یہیں رہنے دو۔ اس کے یہاں ہونے سے کوئی ڈسٹربنس نہیں ہو گی البتہ اگر یہ نہ ہوا تو ہم ڈسٹرب ہو سکتے ہیں۔"

اس کا انداز بہت سنجیدہ تھا۔ ثمرین جو پہلے ہی اس شادی سے دلی طور پر خوش نہیں تھی تپ اٹھی اور تن فن کرتے کمرے کا دروازہ زوردار آواز کے ساتھ بند کر کے کمرے سے باہر نکل گئی۔ امروز جو پہلے ہی اس کے ہاتھ لگانے اور بات کرنے سے کسمسا رہا تھا اس آواز پر جاگ اٹھا۔ ثنا نے فوراً ہی اسے اپنی بانہوں میں لے لیا۔

شاہ روز کمرے میں آیا تو وہ پوری طرح امروز میں مگن تھی۔ امروز کو گود میں لٹائے ہاتھوں سے تھپکیاں دیتے، اسے اپنے دلہناپے کے روپ کا کوئی احساس نہیں تھا۔ کامدار دوپٹہ سر سے سرک چکا تھا، ٹیکا ماتھے پر الٹا پڑا تھا اور چوڑیاں شاید اس نے خود ہی اتار کر سائیڈ پر رکھ دی تھیں کہ ان کی چھن چھن امروز کی نیند میں خلل نہ ڈالے۔ شاہ روز نے دیکھا اس کی لمبی گردن میں پڑے گلوبند کی ڈوری ڈھیلی پڑ چکی ہے اور گردن پر موجود موٹا سا سیاہ تل اپنی چھب دکھا رہا ہے۔ اس تل نے پل بھر کو اس کے دل کو اپنی طرف کھینچا تھا۔ وہ بے ساختہ ہی نظر چرا گیا۔

"لاؤ مجھے دو اسے، میں سنبھالتا ہوں۔" وہ دیکھ رہا تھا کہ بھاری کام دار کپڑوں اور زیورات نے اسے اچھا خاصا الجھا رکھا ہے، ایسے میں امروز کو سنبھالنا کافی مشکل کام تھا۔

"شی! بس سو گیا ہے۔" ثنا نے اسے چپ رہنے کا اشارہ کرتے سرگوشی میں کہا اور چند منٹ مزید اسے اپنی گود میں لیے بیٹھے رہنے کے بعد احتیاط سے بستر پر لٹا دیا۔ شاہ زور اس دوران خاموشی سے بیڈ کے ایک سائیڈ پر بیٹھا رہا تھا۔

"آپ آرام سے سو جائیں۔ میں جا کر اس جھاڑ جھنکاڑ سے نجات حاصل کرتی ہوں۔"

اس نے اپنے لباس اور زیورات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔ کھڑے ہونے کے عمل میں اس کے دوپٹے پر لگے چھوٹے چھوٹے گھنگھرو ہلکے سے سر میں بج اٹھے تھے۔ شاہ روز چونک کر متوجہ ہوا۔ وہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی کانوں اور گلے میں موجود زیورات اتار رہی تھی۔ یہ سب چیزیں گھر کی جملہ خواتین نے اسے بہ اصرار پہنائی تھیں ورنہ اب سے پہلے شاہ روز نے کبھی بھی اسے زیادہ ہیوی جیولری پہنتے یا میک اپ کرتے نہیں دیکھا تھا۔ وہ زیورات کو ڈریسنگ کی دراز میں ڈال کر پلٹی تو شاہ زور کو اپنی طرف متوجہ دیکھ کر چونک سی گئی۔ اس کا یہ چونکنا شاہ زور نے بھی محسوس کیا اور یکدم ہی رخ موڑ گیا۔ سامنے ہی دیوار پر اس کی اور نادیہ کی شادی کا ایک بڑا سا پورٹریٹ لگا تھا۔

☆ ☆ ☆

"اپنا خیال رکھنا، شاہ روز اور امروز کے لیے اس لیے نہیں کہہ رہی کہ معلوم ہے تم بنا کہے بھی ان کا خیال رکھو گی۔ تمہیں عادت ہے دوسروں کی خاطر اپنا آپ بھول جانے کی۔ یہاں تو چلو، ہم لوگ تھے لیکن وہاں تم اکیلی ہو گی اس لیے بار بار کہہ رہی ہوں، اپنا دھیان رکھنا۔"

شادی کے ایک ہفتے بعد ہی ان کی لاہور روانگی تھی۔ تائی جان رخصت ہونے سے پہلے اسے بار بار یاد دہانی کروا رہی تھیں۔ نو دس سال کی عمر سے وہ اسے پال رہی تھیں، ہفتے بھر پہلے شاہ روز سے شادی کی تو کیونکہ

وہ گھر کے گھر میں رہی اس لیے احساس نہیں ہوا بلکہ اس وقت تو بھولا نے اور بیٹے کا گھر دوبارہ بس جانے کی خوشی زیادہ تھی لیکن اب جبکہ وہ شاہ روز کے ساتھ لاہور روانہ ہونے والی تھی تو لگتا تھا بیٹی رخصت کر رہی ہیں۔

"تائی جان! آپ میری فکر بالکل مت کریں۔ بس اپنا اور سب گھر والوں کا خیال رکھیے گا۔ جھاڑو، برتن اور کپڑوں کے لیے جو ماسی رکھی ہے اسے ہٹا کر خود کوئی کام کرنے کی کوشش مت کیجیے گا۔ اگر کسی دن گرمی زیادہ ہو تو کھڑے ہو کر روٹی پکانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ بازار سے پکی پکائی چپاتیاں منگوا لیجیے گا۔" خود اسے بھی بہت سی فکریں دامن گیر تھیں۔

"بھئی۔ یہ ہم نے پہلی ساس بہو دیکھی ہیں جو ایک دوسرے کی فکر میں دبلی ہوئی جا رہی ہیں۔ ساس ایک ہدایت جاری کرتی ہیں تو جواب میں بہو کے پاس چار نصیحتیں موجود ہیں۔" تایا جان اس صورتِ حال پر بہت محظوظ ہو رہے تھے۔

"کوئی بہو وہو نہیں، میری تو یہ بیٹی ہے۔ جب ہی تو جتنا مجھے اس کا خیال ہے، اسے بھی میری اتنی ہی فکر لگی ہے۔" تائی جان نے اسے پیار سے گلے لگایا۔

"ثمرین! پلیز یار! ذرا جلدی جلدی یہاں کا چکر لگانا۔ میرے جانے سے بابا بہت اکیلے ہو جائیں گے اگر تم آتی رہیں تو انہیں زیادہ تنہائی محسوس نہیں ہوگی۔" بہت دیر سے چپ بیٹھی ثمرین کو مخاطب کرتے اس نے لجاجت سے کہا۔

"ٹھیک ہے، لیکن مجھے بھی تم سے کچھ باتیں کرنا ہیں اگر تمہیں فرصت ہو تو سن لو۔" ثمرین کا موڈ کچھ زیادہ اچھا نہیں لگ رہا تھا۔

"فرصت کی کیا بات ہے، تم کہو، میں سن رہی ہوں۔" ثنا نے اس کی طرف رخ کرتے اپنی بھرپور توجہ کا احساس دلایا۔

"مجھے تم سے اکیلے میں کچھ کہنا ہے۔"

"ارے، ایسی کیا خاص بات ہے جو سب کے درمیان نہیں ہو سکتی؟" اس نے حیرت کا اظہار کیا۔

"جاؤ بیٹا! دوسرے کمرے میں جا کر سن لو، بڑی بہن ہے۔ تم سے کوئی اہم بات کرنا چاہتی ہوگی جب ہی تو کہہ رہی ہے۔" دادی نے مداخلت کر کے اسے وہاں سے اٹھنے پر مجبور کیا۔

"ہاں بولو، کیا مسئلہ ہے؟" دوسرے کمرے میں آ کر اس نے ثمرین سے پوچھا۔

"مسئلہ تمہارا ہے۔ سوچا تو یہی تھا کہ دخل نہیں دوں گی لیکن سگی بہن ہو اس لیے برداشت بھی نہیں ہوتا۔ شادی کے بعد سے تمہارے اور شاہ روز بھائی کے رنگ ڈھنگ دیکھ رہی ہوں۔ بالکل ایسے بی ہیو کرتے ہو جیسے تم لوگوں کے درمیان کوئی نیا رشتہ ہی نہیں۔ ابھی تک تمہارے بیڈ روم میں نادیہ کی تصویر لگی ہے جب تک پچھلی یادیں بھلائی نہیں جائیں گی تب تک تم لوگوں کے درمیان نارمل رشتہ قائم نہیں ہو سکے گا اور یہ رشتہ قائم کرنے کے لیے تمہیں ہی جدوجہد کرنی ہوگی۔ ٹھیک ہے امروز کو پیار اور توجہ دو لیکن کچھ اپنا بھی خیال کرو۔ یہاں تو سب کے درمیان رہ کر ہمارے کہنے سننے سے تم پھر بھی کچھ اپنے آپ کو دیکھ لیتی ہو لیکن میں یہ سوچ سوچ کر پریشان ہوں کہ تم لاہور جا کر کیا کرو گی۔"

"تم کیا کہنا چاہ رہی ہو، میں بالکل نہیں سمجھ پا رہی۔" ثمرین کے لیکچر کے جواب میں اس نے بے زاری کا اظہار کیا۔

"میں صرف یہ کہنا چاہ رہی ہوں کہ وہاں جا کر اپنا خیال رکھنا، پہننے اوڑھنے پر دھیان دینا۔ بجی سنوری رہو گی تب ہی تو شاہ روز کی توجہ تمہاری طرف ہوگی۔ ورنہ وہ تو تمہیں اپنے بچے کی آیا سمجھ کر آرام سے نادیہ کی یادوں میں کھویا رہے گا۔"

"میں ان سے نادیہ کی یادیں چھیننا بھی نہیں چاہتی۔" وہ فوراً ہی بولی۔

"تمہارے اس طرزِ عمل سے نہ صرف تمہیں نقصان پہنچے گا بلکہ شاہ روز بھائی بھی نارمل زندگی سے محروم رہیں گے۔ زندگی یادوں اور پرچھائیوں کے پیچھے بھاگنے کا نام نہیں۔ جو لوگ ایسا کرتے ہیں، وہ تمہارہ

جاتے ہیں۔ ہمارے سامنے بابا کی مثال ہے اگر ممی کے بعد انہوں نے دوسری شادی کر کے ایک نارمل زندگی کی شروعات کر دی ہوتی تو آج ہم بہنوں کی شادی کے بعد وہ اتنے تنہا اور اکیلے نہیں رہ جاتے۔ بابا کی طرح شاہ روز بھائی بھی تنہائی کا شکار ہو گئے ہیں اگر تم نے انہیں اس تنہائی سے نکالنے کے لیے جدوجہد نہیں کی تو تمہارا ان کی زندگی میں شامل ہونا بے کار ہے۔ جب تم ان کے ساتھ زندگی کو شیئر ہی نہیں کرو گی تو تمہیں ان کی لائف پارٹنر کہلانے کا کیا حق۔" ثمرین اسے آج ہی سب کچھ سمجھانے پر تلی تھی اور وہ ہمیشہ کی طرح سر جھکائے خاموشی سے سب کچھ سنتی جا رہی تھی۔

☆ ☆ ☆

شاہ روز نے بے چین سا ہو کر اپنے دائیں طرف کروٹ بدلی۔ نائٹ بلب کی نیلگوں روشنی میں وہ اپنے برابر سوئے امروز کو بخوبی دیکھ سکتا تھا۔ امروز کے نقوش اس سے اور نادیہ دونوں سے ملتے جلتے تھے۔ نادیہ کی موت کے بعد سے جب بھی اس کی آنکھ رات کو سوتے میں سے کھلتی تو وہ امروز کے چہرے کو والہانہ تکنے لگتا تھا۔ امروز سے اتنی شدید محبت کے پیچھے اس کے پاس ایک نہیں کئی وجوہات تھیں۔ سب سے بڑی وجہ تو یہی کہ وہ اس کا بیٹا تھا۔ دوسرے وہ نادیہ کی آخری نشانی تھا جس کے وجود میں وہ نادیہ کو محسوس کر سکتا تھا لیکن اس وقت ایک تیسرا وجود بھی تھا جسے وہ محسوس کر رہا تھا۔ سوئے ہوئے امروز کے سینے پر ایک لمبی انگلیوں والا ہاتھ دھرا تھا۔ ہاتھ سے پھسلتے ہوئے اس کی نظروں نے ثنا کے چہرے تک کا سفر طے کیا۔

وہ بہت گہری اور پُرسکون نیند سو رہی تھی۔ شاہ روز کو اس کے سکون پر حیرت ہوتی تھی۔ پندرہ دن ہونے کو آئے تھے انہیں لاہور شفٹ ہوئے۔ رہائش کے لیے اس کے ایک دوست نے پہلے ہی دو کمروں کے اس فلیٹ کا انتظام کر رکھا تھا۔ جس کا چارج ثنا نے پوری طرح سنبھال لیا تھا۔ جبکہ وہ خود اپنی ملازمت کی مصروفیات میں الجھ کر رہ گیا تھا۔ اکثر اسے گھر واپس آنے میں دیر ہو جاتی تھی۔ وہ اتنا تھکا ہوا ہوتا تھا کہ امروز کی طرف بھی زیادہ توجہ نہیں دے پاتا تھا۔ امروز ان چند دنوں میں ثنا سے اور بھی زیادہ قریب محسوس ہونے لگا تھا۔ وہ جس نے کئی راتیں اس کی خاطر جاگ کر گزاری تھیں، اب اکثر ایسا ہوتا کہ نیند میں امروز کے رونے کی آواز سن کر آنکھ کھولتا تو اسے خود سے پہلے ثنا اس کی طرف متوجہ نظر آتی۔ ثنا نے اس کی ہر ذمہ داری بانٹ لی تھی۔ اسے ہر روز آفس جانے سے پہلے اپنے کپڑے، جوتے اور موزے تیار ملتے تھے۔ ناشتہ اس کے کچھ کہنے سے پہلے ہی حاضر کر دیا جاتا تھا۔ اسے اپنی ہر چیز میں ترتیب نظر آنے لگی تھی۔ خصوصاً" وہ امروز کی طرف سے مکمل طور پر بے فکر ہو گیا تھا لیکن پھر بھی جانے ایسا کیا تھا جو اسے بے چین کرنے لگا تھا اور جب وہ اپنی اس بے چین کیفیت کا ثنا کے اطمینان سے موازنہ کرتا تو اسے کچھ اور الجھن محسوس ہونے لگتی۔ اس نے ثنا کو پرپوز کرتے ہوئے اس سے کہا تھا کہ ہم دونوں کی اپنی ذات کے لیے اپنے پارٹنر سے کوئی ڈیمانڈ نہیں ہو گی اور واقعی ثنا نے اس سے کوئی ڈیمانڈ نہیں کی تھی۔ وہ اس کے لیے صرف آسانیاں لے کر آئی تھی۔ اس نے اسے کسی مشکل میں نہیں ڈالا تھا۔ یہاں تک کہ وہ بیڈ روم میں نادیہ کی تصویر کی موجودگی پر بھی معترض نہیں ہوئی تھی۔ مگر وہ پھر بھی الجھا ہوا تھا۔ وہ الجھن کیا تھی، وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا۔ اس کے لیے اپنی کیفیات کو سمجھنا مشکل ہو رہا تھا۔ وہ جان نہیں پا رہا تھا کہ اسے ثنا کے مطمئن اور پُرسکون چہرے کو دیکھ کر غصہ کیوں آنے لگتا تھا۔ وہ کیوں اس کے چہرے پر اطمینان کے بجائے بے چینی اور اضطراب دیکھنے کا خواہاں تھا۔

☆ ☆ ☆

الماری سے ہینگ کی ہوئی استری شدہ شرٹ نکالتے اس کی نظر تالا لگے ٹن کے چھوٹے سے باکس پر پڑی۔ وہ یہ باکس روزانہ اسی جگہ رکھا ہوا دیکھتا تھا لیکن آج نہ

جانے کیوں اسے بہت شدید غصہ آنے لگا۔ یہ باکس ثنا کی ملکیت تھا جو وہ لاہور آتے ہوئے بہت پیار سے اپنے ساتھ لائی تھی۔ اس باکس میں کیا ہو سکتا تھا' وہ نہ جانتے ہوئے بھی اندازہ لگا سکتا تھا۔ اتنے پیار اور احتیاط سے صرف یادیں سنبھالی جاتی ہیں۔ ثنا بھی اپنے ساتھ کسی کی یادیں لے کر اس کے گھر آئی تھی۔

"ثنا!" وہ بلاوجہ ہی بہت زور سے چیخا۔

"جی!" اگلے ہی لمحے وہ اس کے سامنے موجود تھی۔

"تم نے میرے کپڑے پریس نہیں کیے۔" وہ فوری طور پر یہی بہانا بنا سکا۔

"کیے تو ہیں' یہ دیکھیں۔" اس نے آگے بڑھ کر ہینگ کیے ہوئے سوٹ کی نشان دہی کی۔

"اتنے فضول کپڑے پہن کر آفس جاؤں' پتہ بھی ہے' آج وہاں بہت اہم میٹنگ ہے۔"

"آپ بتا دیں کون سے کپڑے پہننے ہیں' میں ابھی فٹافٹ استری کر دیتی ہوں۔" یہ جتائے بغیر کہ اس نے اسے کسی میٹنگ کے بارے میں آگاہ نہیں کیا تھا' وہ دھیمے لہجے میں بولی۔

"رہنے دو۔ اب ٹائم نہیں ہے۔ اسی کے ساتھ کوئی میچنگ ٹائی لگا کر گزارا کر لوں گا۔" اس کا غصہ کسی طرح کم ہوتا دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ ثنا نے خاموشی سے شرٹ کے ساتھ میچ کرتی ایک ٹائی نکال کر سامنے رکھی اور شاہ روز کے زور زور سے بولنے کے دوران اٹھ جانے والے امروز کو اٹھا کر کمرے سے باہر نکل گئی۔ اس کی خاموشی نے شاہ روز کو کچھ اور جھنجلاہٹ میں مبتلا کر دیا تھا لیکن بہرحال آفس تو جانا تھا اس لیے جلتا بھنتا تیار ہونے لگا۔ گلے میں ٹائی ڈال کر ناٹ اتنے کس کے لگائی کہ پھندا سا لگ گیا۔ ناٹ ڈھیلی کر کے صحیح پوزیشن میں لاتے اس نے پرفیوم کی شیشی اٹھا کر خود پر اسپرے کرنا چاہا مگر پھر شیشی واپس پٹخ دی۔ اور یونہی باہر چلا آیا۔ سامنے لاؤنج میں رکھی ڈائننگ ٹیبل پر ناشتے کا سامان رکھا تھا۔ اس نے ایک نظر ناشتے پر اور دوسری کچن سے نکلتی ثنا پر ڈالی۔

امروز کو گود میں اٹھائے وہ بائیں ہاتھ میں ایک چھوٹا سا باؤل پکڑے ہوئے تھی۔

"آپ ناشتہ کریں' میں تب تک امروز کو یہ ساگودانہ کھلا کر آپ کے لیے چائے لاتی ہوں۔" نرمی سے اس سے کہتی وہ امروز کو بے بی چیئر پر بٹھا کر اس کے منہ تک چمچہ لے گئی۔

"مجھے نہیں کرنا ناشتہ۔" وہ نروٹھے پن سے کہہ کر باہر نکل گیا تھا۔ ثنا اس کی اس بے وجہ ناراضی پر ہکا بکا رہ گئی تھی۔ وہ کیوں اس سے ناراض ہو رہا تھا' وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی۔ پہلے کپڑوں پر خفگی اور اب یوں ناشتہ چھوڑ کر چلے جانا۔ اس کی خفگی کی وجہ تلاشتی وہ امروز کو سنبھالنے کے ساتھ ساتھ اپنے روزمرہ کے کام بھی انجام دیتی رہی تھی۔ دوپہر میں امروز کے سونے کے بعد اسے مکمل فراغت حاصل تھی۔ وہ خود عموماً یہ وقت سو کر یا کتابیں' رسالے پڑھنے میں گزارتی تھی لیکن آج اس کا ایسا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ وہ شاہ روز کی خفگی کی پہلی وجہ کو سب سے پہلے دور کرنا چاہتی تھی۔ چنانچہ الماری کھول کر کھڑی ہو گئی۔ اس کے تمام سوٹ نکال کر استری کرتے اور انہیں احتیاط سے ہینگ کرنے میں اسے کئی گھنٹے لگے تھے۔ کھڑے کھڑے اس کی کمر تختہ ہونے لگی تھی اور پیٹ میں چوہے الگ اودھم مچا رہے تھے۔ ناشتہ کرنے کی اسے شروع سے عادت نہیں تھی اور آج شاہ روز کے خالی پیٹ گھر سے چلے جانے کے احساس نے اسے دوپہر کا کھانا بھی نہیں کھانے دیا تھا۔

اس کے استری کے کام سے فارغ ہونے تک امروز جاگ چکا تھا۔ وہ فوراً ہی اس کے ساتھ مصروف ہو گئی۔ امروز نے نیا نیا چلنا شروع کیا تھا اور ابھی اس کے قدموں میں پوری طرح مضبوطی نہیں آئی تھی۔ ثنا کو اس کو ہر وقت اپنی نظروں میں رکھنا پڑتا تھا۔ اس وقت بھی وہ اس کے ساتھ لگی رات کے کھانے کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ شاہ روز کو اگر اس حوالے سے کوئی شکوہ تھا تو وہ اس کی تلافی کرنا چاہتی تھی۔ اسی خیال سے اس نے رات کے کھانے میں پلاؤ اور کباب کے ساتھ

فروٹ کسٹرڈ بنانے کا فیصلہ کیا تھا۔ یہ شاہ روز کی مرغوب ڈشز تھیں۔ امروز کو سنبھالنے کے ساتھ یہ پُرتکلف سا ڈنر تیار کرنا آسان نہ تھا۔ وہ کچن اور امروز کو ساتھ ساتھ نمٹانے کے چکر میں گھن چکر بن گئی تھی لیکن شاہ روز کی واپسی تک ہر شے تیار تھی۔

"بہت زوردار بھوک لگ رہی ہے یار! جلدی سے کھانا لگادو۔" وہ بھی اپنے صبح کے موڈ کے برخلاف اس وقت بالکل نارمل بی ہیو کر رہا تھا۔ ثنا نے جلدی جلدی ٹیبل پر کھانا لگایا۔ اس دوران امروز کو شاہ روز نے سنبھال رکھا تھا۔

"اوہو' اتنا اہتمام۔ آج کوئی خاص دن ہے کیا؟" ٹیبل پر اپنے من پسند کھانے دیکھ کر وہ حیران ہوا۔

"نہیں' بس یونہی سوچا آج آپ کی پسند کی ڈشز بنالی جائیں۔" ثنا نے اسے جواب دیتے امروز کو اپنی بانہوں میں سمیٹ لیا۔

"آپ آرام سے کھانا کھائیں' اسے میں دیکھ لوں گی۔"

"یہ دعوتی سا کھانا میں اکیلا بیٹھ کر کھاتا کیا اچھا لگوں گا۔ اس لیے تم بھی ساتھ آجاؤ۔" شاہ روز نے اسے دعوت دی تو وہ اس کے ساتھ ہی ڈائننگ ٹیبل پر آ بیٹھی۔ کھانا من پسند ہونے کے ساتھ' بے حد لذیذ بھی تھا۔ شاہ روز پوری رغبت سے کھانے لگا۔ خود ثنا نے اپنے لیے پلیٹ میں ذرا سے چاول اور رائتہ نکال رکھا تھا اور اس میں سے بھی وہ بامشکل دو تین لقمے ہی لے سکی تھی۔ اس کی ساری توجہ امروز پر مرکوز تھی۔ ایک پیالی میں کسٹرڈ نکالے وہ چمچ کی مدد سے اسے تھوڑا تھوڑا کھلا رہی تھی۔ شاہ روز کھانے سے فارغ ہو کر سوئیٹ ڈش تک آپہنچا اور وہ اپنی پلیٹ میں موجود ذرا سے چاول نہیں کھا سکی۔ شاہ روز نے اس کے اس قدر مگن اور مصروف انداز پر بغور اس کی طرف دیکھا۔ شکن آلود لان کا سوٹ' الجھے بکھرے بال جنہیں سمیٹ کر کس کر جوڑے کی شکل دے دی گئی تھی۔ آگے سے نکل آنے والی بالوں کی چند لٹوں کو کانوں کے پیچھے اڑسا گیا تھا۔ چہرے کی آئلی ہوتی اسکن صاف ظاہر کر رہی تھی کہ صبح کے بعد اسے دوبارہ صابن سے دھونے کی زحمت نہیں کی گئی۔

"یہ کیا حلیہ بنا رکھا ہے تم نے اپنا ثنا!" کم از کم کپڑے بدل کر بالوں میں برش ہی کر لیا کرو۔" وہ بے ساختہ اسے ٹوک بیٹھا۔

"چھوڑیں' مجھے تیار ہو کر کے دکھانا ہے۔" امروز کی طرف پوری طرح متوجہ اس نے لاپروائی سے جواب دیا۔ شاہ روز کو لگا ٹھنڈے میٹھے کسٹرڈ میں کسی نے تلخی سی گھول دی ہے۔

☆ ☆ ☆

"آپ ناشتے میں کیا لیں گے شاہ روز!" صبح وہ نہانے جا رہا تھا تو اس نے پیچھے سے پکار کر پوچھا۔

"کیوں؟ تمہیں نہیں معلوم کہ میں ناشتے میں کیا لیتا ہوں۔" اس نے رکھائی سے جواب دیا۔

"یہ بات نہیں۔ اصل میں کل آپ نے ناشتہ نہیں کیا تھا تو میں نے سوچا کہ شاید آپ کچھ چینج چاہتے ہیں۔ اسی لیے پوچھ رہی ہوں کہ اگر بریڈ کے بجائے پراٹھے وغیرہ کا موڈ ہے تو بنا دوں؟" اس کے خراب لہجے کے باوجود اس نے بہت رسان سے صفائی پیش کی۔

"تمہیں میری پسند ناپسند کے لیے اتنا تردد کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ تم نے اس شادی کے لیے صرف امروز کی خاطر ہاں کی تھی۔ بہتر ہے خود کو اس تک محدود رکھو۔"

وہ پہلے سے بھی تلخ لہجے میں کہہ کر باتھ روم میں گھس گیا تھا۔ ثنا حیران کھڑی بند دروازے کو دیکھتی رہی۔ شاہ روز اس سے اچانک ہی اتنا ناراض کیوں رہنے لگا تھا۔ اس کی سمجھ سے باہر تھا۔ وہ تو ہر شے میں اس کی پسند کو ترجیح دیتی تھی پھر اس قدر غصے اور ناپسندیدگی کے پیچھے کیا وجہ تھی۔ وہ دکھی دل کے ساتھ پلٹی تو اس کی نظر نادیہ کی تصویر پر جا رکی۔

"شاید میری اپنی زندگی میں موجودگی اسے ڈسٹرب کر رہی ہے۔ میرا ساتھ اسے نادیہ سے جدائی کا

احساس دلاتا ہے۔" اس نے خود ہی ایک نتیجہ اخذ کرتے ہوئے فیصلہ کیا تھا کہ اب وہ شاہ روز کے سامنے کم سے کم آنے کی کوشش کرے گی تاکہ وہ اس کی موجودگی سے تکلیف محسوس نہ کرے۔ اپنے اس فیصلے پر عمل کرتے وہ رات کو امروز کو لے کر دوسرے کمرے میں سونے چلی گئی تھی۔

"تم امروز کو لے کر یہاں کیوں سو رہی ہو۔" وہ فوراً" ہی دندناتا ہوا اس کے سر پر آ کھڑا ہوا تھا۔

"وہ میں نے سوچا' ہم لوگوں کی موجودگی سے آپ ڈسٹرب ہوتے ہیں اس لیے۔" وہ اس کے تیوروں پر سہم کر وضاحت بھی پوری نہیں دے سکی تھی۔

"تمہارا جو دل چاہے سوچو اور جہاں دل چاہے سوؤ۔ مگر میرا بیٹا میرے ساتھ میرے کمرے میں سوئے گا۔" وہ ایک جھٹکے سے امروز کو اٹھا کر لے گیا تھا۔ پیچھے وہ گم صم سی بیٹھی رہ گئی۔

☼ ☼ ☼

"کیسی ہو بیٹا! کیا کر رہی تھیں؟" صبح شاہ روز کے آفس کے لیے نکلتے ہی تائی جان کا فون آگیا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں تائی جان! شاہ روز ابھی آفس گئے ہیں۔ میں امروز کو ناشتہ کروا کر بس اس کے کپڑے چینج کرنے جا رہی تھی۔" اس نے انہیں جواب دیا۔

"آج کا دن تو تمہیں یاد ہی ہو گا' آج امروز کی سالگرہ ہے مگر ساتھ ہی اس دن کے ساتھ نادیہ کی موت کا غم بھی جڑا ہے۔ میں نے سوچا تم سے پوچھوں' آج کے دن کے لیے کیا کر رہی ہو؟" انہوں نے اپنے فون کرنے کی وجہ بتائی۔

"میں خود بھی یہی سوچ رہی ہوں تائی جان! کیا کروں۔ سمجھ ہی نہیں آ رہا۔" اس نے اپنی مجبوری کا اظہار کیا۔

"میری رائے پوچھو بیٹا! تو میں یہی کہوں گی' چلے جانے والوں کے غم سے زیادہ زندہ لوگوں کی خوشیوں کا حق ہوتا ہے۔ آگے تم جیسا مناسب سمجھو کرو۔ آخر تم شاہ روز کی بیوی ہو۔ ہم سے زیادہ اس کے قریب موجود ہو۔ اس کی ذہنی کیفیت اور آج کے دن کے حوالے سے خواہشات کا زیادہ بہتر اندازہ لگا سکتی ہو۔" تائی جان نے ایک طرح سے ساری ذمہ داری اس کے کاندھوں پر ڈال دی تھی۔

وہ پورا دن ادھیڑ بن کا شکار رہی تھی۔ ایک طرف اس کا دل امروز کی پہلی سالگرہ منانے کو چاہ رہا تھا تو دوسری طرف شاہ روز کے جذبات کا پاس تھا۔ وہ جانتی تھی' نادیہ کی جدائی والا دن یقیناً" اس کے لیے بہت سی تکلیف دہ یادیں ساتھ لے کر آیا ہو گا۔ یہی سب سوچتی وہ کچھ بھی طے نہیں کر سکی تھی البتہ شام میں اس نے امروز کو نیا سوٹ پہنا کر تیار کر دیا تھا۔ وہ اسے قریب پارک تک لے جانا چاہتی تھی۔ گھر سے باہر نکلنے کے لیے خود اس کا حلیہ بھی زیادہ مناسب نہیں تھا۔ اس لیے پہلے اس نے لباس تبدیل کیا اور پھر آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر بال سلجھانے لگی۔ بال سلجھاتے ہوئے اس کی نظر ڈریسنگ پر رکھی ٹائی پن پر پڑی۔ صبح آفس جاتے ہوئے شاید وہ اسے یہاں بھول گیا تھا۔ اس نے بالوں میں برش کرنے کا سلسلہ موقوف کیا اور ٹائی پن اٹھا کر الماری کی طرف آگئی تاکہ اسے مقررہ جگہ پر رکھ سکے۔ آج کل یوں بھی شاہ روز کا موڈ خراب رہنے لگا تھا ایسے میں اگر اس کی کوئی چیز اِدھر اُدھر ہو جاتی تو موڈ کی اس خرابی میں اضافے کا خدشہ تھا۔ الماری کھول کر ٹائی پن رکھتے اس کی نظروں نے ٹن کے باکس کو چھوا۔ اس نے بے ساختہ ہی ہاتھ بڑھا کر باکس اٹھا لیا۔ بہت دن ہوئے اس نے اپنی چاہتوں کے اس خزانے کو نہیں کھولا تھا۔ اب بھی وہ جلدی میں تھی' اس لیے چند لمحے محبت پاش نظروں سے باکس کو دیکھنے کے بعد اسے واپس اپنی جگہ پر رکھ دیا تھا۔ لیکن وہ نہیں جانتی تھی کہ یہ چند لمحے کسی کی گرفت میں آچکے ہیں۔

وہ اپنے پاس موجود چابی سے دروازے کا لاک کھول کر بہت خاموشی کے ساتھ گھر داخل ہوا تھا۔ کچن اور لاؤنج کی خاموشی بتا رہی تھی کہ ثنا اور امروز اندر بیڈ روم میں ہیں۔ اس لیے وہ سیدھا بیڈ روم میں چلا آیا۔

سامنے امروز بیڈ پر اپنے کھلونوں میں مگن تھا جبکہ ثنا الماری کا پٹ کھولے کھڑی تھی۔ وہ صرف اس کی پشت پر کھلے بالوں کو دیکھ سکتا یہ بال اس نے پہلے بھی بہت بار دیکھے تھے لیکن ان کی خوبصورتی کو محسوس کرنے کا موقع پہلی بار آیا تھا۔ پہلے اس نے جب بھی یہ بال دیکھے تھے، بہت سرسری ڈالی تھی لیکن آج اس کے انداز میں لاشعوری طور پر استحقاق در آیا تھا۔ سامنے کھڑی لڑکی صرف اس کی کزن نہیں، جائز اور شرعی بیوی تھی۔ اس کے دل میں بے ساختہ ہی ان بالوں کو چھونے کی خواہش جاگی مگر اس سے پہلے کہ وہ آگے بڑھتا ثنا تھوڑا سا پیچھے ہٹی۔ اب وہ اس کی مصروفیت کا جائزہ لے سکتا تھا۔ اس کی محویت اور آنکھوں سے چھلکتے الوہی جذبے اتنے واضح تھے کہ اس نے اپنے قدم روک لیے۔ اسے اپنے لیے وہاں کوئی گنجائش محسوس نہیں ہوئی تھی۔ وہ چیز جس نے ثنا کو اس کی موجودگی تک کا علم نہیں ہونے دیا تھا اس کی پیش رفت کی راہ میں حائل ہو کر کھڑی ہو گئی تھی۔

"ارے، آپ آج اتنی جلدی کیسے آ گئے؟" ثنا الماری بند کر کے مڑی تو اسے سامنے پا کر ٹھٹک گئی۔

"کیوں، تمہیں میرے جلد آنے پر اعتراض ہے؟ میرے جلدی آنے سے تمہاری اہم مصروفیات میں خلل پڑ گیا ہے۔" اپنے ہاتھ میں موجود پیکٹ کو امروز کے قریب رکھتے وہ تلخ لہجے میں بولا تھا۔

"میرا یہ مطلب نہیں تھا۔ آپ بیٹھیں، میں چائے بنا کر لاتی ہوں۔"

وہ اس کے اس انداز پر بوکھلا کر وضاحت دیتے ہوئے بولی اور اپنے کھلے بالوں کو سمیٹ کر جوڑے کی شکل دینے لگی۔ تھوڑی دیر پہلے آنکھوں کو بھلا لگتا منظر یکدم ہی شاہ روز کے سامنے سے ہٹ گیا۔ مگر اب ایک دوسرا امتحان درپیش تھا۔ بالوں کو اٹھا کر جوڑا بنا لینے کی وجہ سے اس کی صراحی دار گردن اور گردن پر چمکتا وہ تل جس نے اول روز بھی شاہ روز کی توجہ اپنی طرف کھینچی تھی نمایاں ہو کر سامنے آ گیا۔

وہ جو پہلے ہی الجھ رہا تھا۔ جھنجھلا سا گیا۔ اپنی اس جھنجھلاہٹ کا مظاہرہ کرنے کے لیے اس کے پاس کوئی طریقہ نہیں تھا، اس لیے امروز کو گود میں اٹھایا اور گھر سے نکلتا چلا گیا۔ ثنا ہکا بکا سی اسے جاتے دیکھتی رہی مگر پھر سر جھٹک کر اس کے لائے ہوئے پیکٹ کی طرف متوجہ ہو گئی۔ پیکٹ میں امروز کے کپڑے اور کھلونے تھے یعنی وہ فیصلہ جو ثنا دن بھر میں نہیں کر پائی تھی شاہ روز نے کر لیا تھا۔ آج کے دن بیوی کا غم منانے کے بجائے اس نے بیٹے کی خوشی منانے کو ترجیح دی تھی لیکن اب نجانے کس بات پر روٹھ کر گھر سے نکل کھڑا ہوا تھا۔

☆ ☆ ☆

"ثنا! دو چار دن کے لیے کراچی کا چکر تو لگا لو، جب سے گئی ہو، آئیں ہی نہیں۔ اب تو رمضان بھی شروع ہونے والے ہیں۔ رمضان میں تو بالکل ہی ناممکن ہو گا تمہارا یہاں آنا۔ اس لیے بہتر ہے ابھی آ جاؤ۔" آج چھٹی کا دن تھا، وہ امروز کو شاہ روز کے ساتھ کھیلتا چھوڑ کر کچن میں مصروف تھی کہ ثمرین کا فون آ گیا۔

"چھوڑو یار! اب بس عید پر ہی آؤں گی۔ شاہ روز بہت مصروف ہیں اور میں بھی چاہ رہی ہوں کہ رمضان سے پہلے پہلے گھر کی اچھی طرح صفائی ستھرائی کر ڈالوں۔ بہت برا لگتا ہے رمضان میں عبادت چھوڑ کر ان سارے کاموں میں وقت برباد کرنا۔" اس نے انکار کیا۔

"بہانے۔ یہ کہو کہ بہت دل لگ گیا ہے شاہ روز بھائی کے ساتھ۔ اس لیے ہمارے یاد ہی نہیں آتی۔" ثمرین نے اسے چھیڑتے ہوئے شک کیا۔

"یاد کیسے نہیں آتی۔ بالکل آتی ہے، شادی کر کے انسان اپنا پہلا تعلق اور رشتہ تھوڑی بھول جاتا ہے۔ میرے دل میں جس کا پہلے جو اور جیسا مقام تھا اب بھی وہی ہے۔ شادی سے میری زندگی میں ایسا کوئی انقلاب نہیں آیا کہ مجھے پچھلے محبتیں اپنے دل سے نکالنی پڑیں۔"

اس نے ثمرین کے شکوے کا جواب دیا۔ یہ جواب ثمرین کے ساتھ ساتھ شاہ روز نے بھی سنا تھا اور اپنی جگہ کلس کر رہ گیا تھا۔ اس کی بیوی کتنے دھڑلے سے اس کے سامنے بیٹھی اپنی شادی کی اہمیت سے انکاری پچھلی محبتوں کو دل سے نہ نکالنے کا اعتراف کر رہی تھی۔

"شاہ روز احمد! تم سے شادی اس نے کی ہے اس یقین دہانی کے بعد کی تھی کہ تم اس سے کوئی ڈیمانڈ نہیں کرو گے اور وہ اپنی یادوں کے ساتھ آزادی سے جی سکے گی۔ اگر اسے یہ یقین نہ ہوتا تو وہ باقی ہر رشتے کی طرح تمہارے رشتے سے بھی انکار کر دیتی۔" کسی نے اس کے اندر سے اسے آئینہ دکھانے کی کوشش کی تھی۔

"پھر بھی میں اس کا شوہر ہوں۔ کسی شریف عورت کو زیب دیتا ہے کہ وہ کسی شخص کے نکاح میں ہوتے ہوئے دوسرے شخص کو اپنی یادوں میں بسائے۔" وہ خود اپنے حق میں دلیل دیتے ہوئے ثنا کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس ساری کشمکش میں اسے خبر بھی نہیں ہوئی تھی کہ ثنا کب فون بند کر کے واپس کچن میں چلی گئی۔

"یہ لیں چائے پی لیں۔" تھوڑی دیر بعد وہ ایک چھوٹی سی ٹرے میں چائے کی پیالی رکھے اس کے سامنے آبیٹھی تھی۔

"مگر میں نے تو تم سے چائے کا نہیں کہا تھا۔" وہ قدرے حیران ہوا۔

"آپ نے نہیں کہا تھا لیکن میں نے بنالی۔ آپ بار بار سر دبا رہے تھے۔ مجھے لگا' آپ کے سر میں درد ہے اس لیے چائے بنا کر لے آئی۔" اس نے کہا تو شاہ روز نے خاموشی سے کپ تھام لیا۔ واقعی اس وقت وہ اپنے سر میں درد محسوس کر رہا تھا اور اسے چائے کی طلب ہو رہی تھی۔

"کیا آفس میں کوئی پریشانی ہے۔ میں اتنے دنوں سے دیکھ رہی ہوں آپ کچھ الجھے الجھے' پریشان سے ہیں۔ اگر کوئی مسئلہ ہے تو مجھے بتائیں' حل نہ بھی کر سکی تو شیئر کرنے سے کم از کم آپ کا ذہن تو ہلکا ہو جائے گا۔" وہ بہت خلوص سے کہہ رہی تھی مگر وہ چڑ گیا۔ کیسے کہتا کہ اصل مسئلہ تم ہو۔ اس لیے جب بولا تو لہجے میں دنیا بھر کی بیگانگی تھی۔

"تھینکس' میں اپنے مسائل سے خود ہی نمٹ لوں گا۔ تمہارا یہی احسان کافی ہے کہ تم میرے بیٹے کو اچھی طرح پال رہی ہو۔"

وہ کہنا چاہتی تھی "یہ کوئی احسان نہیں ہے' آپ ایسا نہ سوچیں۔" لیکن وہ جس طرح اپنی بات کہنے کے بعد اس سے بیگانہ ہو کر اپنے بیٹے کی طرف متوجہ ہو گیا تھا وہ کہنے کی ہمت نہیں کر سکی۔

☆ ☆ ☆

رمضان کا مہینہ شروع ہو گیا تھا۔ ثنا امروز کی دیکھ بھال اور گھر کے کام کاج کے ساتھ عبادت بھی زور و شور سے کر رہی تھی۔ فرض نمازوں کے ساتھ نفلی نمازوں کی ادائیگی اور قرآن پاک کا ترجمہ کے ساتھ مطالعہ عام دنوں سے زیادہ پابندی اور دل جمعی سے ہونے لگا تھا۔ شاہ روز اسے اکثر راتوں کو دیر تک نمازیں پڑھتے اور لمبی لمبی دعائیں مانگتے دیکھتا۔ وہ دعا بہت ڈوب کر مانگتی تھی۔ ایک آدھ دفعہ تو شاہ روز نے دعا کے دوران اس کی آنکھوں میں امڈنے والی نمی بھی دیکھی تھی لیکن حیرت کی بات یہ تھی کہ اس کے انداز میں کسی قسم کا اضطراب یا بے چینی نہیں بلکہ سکون نظر آتا تھا۔ اس کا یہ پرسکون انداز شاہ روز کو حسد میں مبتلا کر دیتا تھا۔

"میرے بجائے کسی اور سے شادی ہوتی تو دیکھتا' کیسے اتنے سکون سے رہتی۔ شوہر کی دن بھر ناز برداریاں کرنی پڑتیں تو ہر گز یوں رو رو کر اپنے عاشق صادق کے لیے اتنی طویل دعائیں کرنے کا موقع نہیں ملتا۔"

یہ اس نے خود ہی طے کر رکھا تھا کہ ثنا کی دعاؤں کا مرکز اس کا سابقہ محبوب یا عاشق جو بھی تھا وہی ہے۔ اپنی اس سوچ کے تحت وہ ایک رات اس کے نماز سے

فارغ ہونے کے بعد پوچھ بیٹھا۔
"ثنا! کیا وہ تمہیں اب بھی یاد آتا ہے؟"
"کون؟" ثنا جو اپنی ہی دھن میں تھی، حیران ہوئی۔
"وہ جسے تم مجھ سے شادی سے پہلے پسند کرتی تھیں؟"

"اسے تو میں خیر اب بھی پسند کرتی ہوں اور رہی یاد آنے کی بات تو اس کی ضرورت ہی نہیں پڑتی۔ وہ تو ہمیشہ ہی میرے آس پاس ہوتا ہے۔" ثنا کا مطمئن اور پُرسکون لہجہ اس کے اندر آگ لگا گیا۔ اسے پتہ بھی نہیں چلا اور اس کا ہاتھ پوری قوت کے ساتھ ثنا کے منہ پر پڑا۔

"شرم نہیں آتی، ایک مرد کے نکاح میں ہوتے دوسرے کو اپنے دل میں بساتے۔ میری خاموشی اور ضبط کا تم نے اتنا فائدہ اٹھایا کہ میرے گھر کو اپنے عاشق کی یادوں کا مقبرہ بنالیا۔ یہاں بیٹھ کر تم کتنے مزے سے اس کی محبت کے راگ الاپتی رہتی ہو۔ ہمیشہ سنا ہے کہ عورت ایک بار اگر کسی کے نکاح میں آجائے تو پھر ساری زندگی کے لیے اس کی وفادار ہو جاتی ہے۔ اپنی زندگی سے ہر دوسرا نام کھرچ دیتی ہے اور تم ہو کہ بہانگ دہل اس کی محبت کا اعتراف کرتی ہو۔ میرے منہ پر کہتی ہو کہ تمہیں اس شادی سے کوئی فرق نہیں پڑتا اور تم سابقہ محبتوں کو دل سے نہیں نکال سکتیں۔ تمہیں اچھے کپڑے پہننے اور تیار ہونے کی ضرورت نہیں۔ اس لیے کہ تمہارا ہار سنگھار دیکھنے کے لیے یہاں تمہارا عاشق موجود نہیں۔ تم اس کو بھلانے کی کوشش تو کیا خاک کرتیں، اس کی یادوں کو خزانے کی طرح تالے میں بند کر کے ساتھ لے آئی ہو۔"

بہت دنوں سے جمع غبار یک دم ہی نکلنے لگا تھا۔ ثنا جو اس کے اس رویے پر ہکا بکا اپنے رخسار پر ہاتھ رکھے کھڑی تھی بپھر اٹھی۔

"ہاں نہیں آتی مجھے شرم۔ مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے کہ میں اپنے دل سے پچھلی محبتوں کو نکالوں۔ مجھے کوئی ڈر نہیں کہ اپنی یادوں کو سنبھال کر رکھنے سے گریز کروں۔ کیا ہیں میری یادیں۔ دیکھنا چاہتے ہیں آپ؟ تو لیں دیکھ لیں۔" وہ ایک جھٹکے سے الماری کی طرف بڑھی تھی اور اس میں سے ٹن کا باکس نکال کر اس کا تالا کھولا تھا۔

"لیں دیکھیں میری یادیں، میرا وہ خزانہ جس نے آپ کے دل میں شک اور رقابت کا زہر بھر دیا ہے۔" اس نے یکدم ہی باکس کو اس کے سامنے الٹ دیا۔

آئس کریم کے ریپرز، پرفیوم کی خالی شیشی، آرٹیفیشل نگ جڑا لاکٹ سیٹ، کچھ سالم اور ٹوٹی چوڑیاں جن پر ثنا کا نام انگریزی میں کندہ تھا۔ گولڈن کلر کا فاؤنٹین پین، رنگین پنسلوں کا باکس، دستخط شدہ چند پلاسٹک کوٹنگ کئے نوٹ۔ وہ ان میں سے ہر چیز کو پہچان سکتا تھا۔ وہ جانتا تھا ان میں سے کونسی چیز کب اور کس نے ثنا کو دی ہے۔ مواقع جدا جدا تھے لیکن دینے والی ہستی ایک ہی تھی۔ لاکٹ سیٹ، پرفیوم یا پین کو اگر وہ بھول بھی جاتا تو ان چوڑیوں کو ہرگز نہیں بھول سکتا تھا۔ یہ چوڑیاں اس نے ایک بار اپنے حیدر آباد کے قیام کے دنوں میں ثنا کے لیے آرڈر دے کر بنوائی تھیں۔ ثنا ان چوڑیوں کو دیکھ کر بے حد خوش ہوئی تھی۔ باقی چیزوں کے لیے بھی اس کے ذہن میں دھندلی دھندلی یادداشتیں تھیں۔ یہ وہ تحفے تھے جو وہ کبھی کبھار ثنا کو اس کی سالگرہ یا رزلٹس کے موقع پر دے دیا کرتا تھا۔ نوٹوں کے بارے میں بھی اس کو یادداشت پر زور دینے کی ضرورت نہیں تھی۔ ثنا ہر سال عید پر اس سے عیدی کے طور پر اس کے دستخط شدہ نوٹ لیا کرتی تھی۔ وہ ان نوٹوں کا کیا کرتی ہوگی۔ اس نے کبھی سوچنے کی زحمت نہیں کی تھی۔ لیکن آج وہ دیکھ سکتا تھا یہ چند دس دس، پچاس پچاس اور سو کے نوٹ کسی کی زندگی کا سرمایا بنے ہوئے تھے۔ وہ کب اور کیسے اس سے اتنی بے تحاشا محبت کرنے لگی تھی وہ کبھی نہیں جان سکا تھا۔ اس نے کبھی اس کے انداز میں کوئی ایسا غیر معمولی پن محسوس نہیں کیا تھا کہ اسے شک ہوتا۔ وہ تو اس کی شادی میں بھی پیش پیش رہی تھی، اس کے نادیہ سے تعلقات بھی بے حد دوستانہ تھے۔ نادیہ کی موت پر بھی وہ بے تحاشا روئی تھی۔ یہاں تک کہ شاہ روز سے

شادی کے بعد بھی اس کے رویے میں کوئی ایسا
نمایاں فرق نہیں آیا تھا کہ وہ سوچتا کہ [illegible]
تو [illegible] اس سے شادی کر کے بھی وہ کسی [illegible]
تھی جیسی شادی سے پہلے تھی۔ بچپن میں [illegible]
بات پر [illegible] رونے والی ثنا نے اپنے ہر جذبے کو
اپنے اندر چھپا کر رکھنے کا ہنر سیکھ لیا [illegible]
[illegible] میں [illegible] کر کے
[illegible] ہو چکی تھی۔

○ ○ ○

"ثنا! یہ کباب تو اٹھا کر دینا۔" [illegible] پلیٹ میں وہ
[illegible] اس نے ثنا کو مخاطب کیا تو وہ
کباب کی ڈش اس کی طرف بڑھا کر دوبارہ امبر کی
طرف متوجہ ہو گئی۔
[illegible]
[illegible]
[illegible] کھلا رہی۔
اس دن کے بعد سے اس کا رویہ [illegible] گھر کا
کام اور امبر کی دیکھ بھال [illegible] سے انجام
دینے کے بعد وہ [illegible] محسوس ہو رہی تھی۔
باتیں وہ پہلے بھی زیادہ نہیں کرتی تھی لیکن اتنی
خاموش طبیعت بھی نہیں تھی جیسی خاموشی اس نے
آج کل اختیار کر رکھی تھی۔ شہروز اس کی خاموشی
سے تکلیف محسوس کر رہا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اس
نے اس [illegible] کو تکلیف پہنچائی ہے۔
"[illegible] سے [illegible] بات ہوئی تھی۔ کہہ رہی
تھیں تم لوگوں کے لیے [illegible] کپڑے [illegible] لے
[illegible]" اس نے ایک بار پھر اس سے بات کرنے کی
کوشش کی لیکن ادھر سے کوئی [illegible] نہیں ہوا۔
"[illegible] لیکن [illegible] تم
[illegible] بھی شاپنگ [illegible] تو میں تمہیں [illegible]
لے چلوں گا۔"
"مجھے کسی شاپنگ کی ضرورت نہیں۔" [illegible]
خاموش رہنے کے بجائے [illegible] سے جواب دیا۔

اٹھ کھڑی ہوئی اور [illegible]
کی طرف چلی گئی۔
"یار! [illegible]"
اس نے امبر کو مخاطب کیا [illegible]
[illegible] اپنی طرف متوجہ
کرنے لگا۔
"ہاں بھی [illegible] تم بھی [illegible]"
اس نے [illegible] گھر سے [illegible]
مغرب کی نماز [illegible]
[illegible] خیال رکھنے کے باوجود ثنا [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] مصروف ہو گئی۔ [illegible]
[illegible] کرالی تھی لیکن [illegible]
[illegible] مغرب اور [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] نہیں
[illegible]

○ ○ ○

"[illegible] تم لوگ کب گھر جاؤ گے؟" [illegible]

روزے ہو گئے ہیں۔ کل اگر چاند نظر آگیا تو پرسوں عید ہو گی اور تم لوگوں کے آنے کا کچھ پتہ ہی نہیں۔ تمہاری دادی سخت خفا ہو رہی ہیں اور بات ہے بھی بالکل صحیح۔ تم تینوں کے بغیر ہم لوگ بھلا کیا خاک عید منائیں گے۔" رات ساڑھے دس بجے کے قریب تائی جان کا فون آیا تو وہ اسے ڈپٹنے لگیں۔ اس سے پہلے بھی وہ ایک دو بار اسے فون کر کے ان لوگوں کی آمد کے بارے میں پوچھ چکی تھیں لیکن وہ کیا کہتی' شاہ روز نے اس سلسلے میں اسے کچھ بتایا ہی نہیں تھا اور وہ خود اس سے پوچھنا نہیں چاہتی تھی۔

"شاہ روز گھر میں ہے تو میری اس سے بات کرواؤ۔ میں خود اس سے پوچھتی ہوں کہ اس کا کیا ارادہ ہے۔" اس کی خاموشی پر تائی جان نے کہا تو وہ وہیں لاؤنج میں انجان بنے بیٹھے شاہ روز کی طرف مڑی۔

"تائی جان آپ سے بات کرنا چاہ رہی ہیں۔" اس کے اطلاع دینے پر وہ فون تک آیا تھا جبکہ وہ خود ان کے درمیان ہونے والی بات سننے کی غرض سے وہیں بیٹھ گئی تھی اسے خود بھی بڑی بے چینی تھی گھر جانے کی لیکن شاہ روز سے پوچھنا بھی نہیں تھا۔

"بس امی! مجھے تو آپ کی بہو کا کوئی ارادہ ہی نہیں لگ رہا۔ آپ کے پاس آنے کا۔ ویسے میں نے کل کی ٹکٹیں کروالی ہیں۔ رات تک گھر پہنچ جائیں گے لیکن ثنا کی کوئی تیاری نظر نہیں آرہی۔ سامان وغیرہ کچھ پیک نہیں کیا' مجھے لگ رہا ہے ٹکٹ کینسل کروانے پڑیں گے۔"

وہ اپنی ہانکنے میں لگا ہوا تھا لیکن ثنا کو مطلب کی خبر مل چکی تھی۔ وہ جا کر جلدی جلدی پیکنگ کرنے لگی۔ زیادہ لمبی چوڑی پیکنگ کرنی بھی نہیں تھی۔ روزمرہ استعمال کے چند جوڑے اور چیزیں ہی اس نے پیک کی تھیں کیونکہ اندازہ تھا کہ چند دن سے زیادہ کا قیام نہیں ہو گا۔ شاہ روز کو واپس آکر اپنی جاب جوائن کرنا ہو گی۔ مختصر پیکنگ کا یہ کام اس نے جلد ہی نمٹا لیا۔ شاہ روز اس دوران بیڈ روم میں واپس نہیں آیا تھا۔ اس نے اس بات پر شکر ادا کیا اور سوئے ہوئے امروز کو پیار کر کے باہر نکل گئی۔

شاہ روز سے شادی سے پہلے بھی اسے رات کو امروز کا خود سے جدا ہونا ناگوار محسوس ہوتا تھا لیکن شادی کے بعد جب وہ اس کے ساتھ سونے کی عادی ہو گئی تھی تو اب دوبارہ سے الگ رہنا اور بھی تکلیف دہ لگتا تھا۔ اب بھی وہ اس تکلیف کو محسوس کرتی دوسرے کمرے میں آگئی تھی۔

اگلے دن سحری اور فجر کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد اس نے سونے کے بجائے جانے کی تیاری شروع کر دی تھی۔ اس کے اندازے کے مطابق ان لوگوں کو ابھی کچھ دیر میں ہی روانہ ہونا تھا۔ لیکن یہ دیکھ کر اس کی جان جل گئی کہ فجر کی نماز پڑھ کر آنے کے بعد شاہ نے اطمینان سے بستر سنبھال لیا اور خواب خرگوش کے مزے لینے لگا۔ وہ اتنی گہری نیند سو رہا تھا کہ ایک گھنٹے بعد امروز جاگ کر رونے لگا لیکن پھر بھی اس کی آنکھ نہیں کھلی مجبوراً ثنا کو بیڈ روم میں جا کر اسے اٹھا کر لانا پڑا۔ شاہ روز کی حرکت پر جلتی کڑھتی وہ امروز کو ناشتہ کرانے کے ساتھ اس کے چھوٹے موٹے کام نمٹاتی رہی۔ امروز رات بھر کی بھرپور نیند لے کر اٹھا تھا' اس لیے اس وقت کھیلنے کے موڈ میں تھا۔ وہ اپنا دل نہ چاہنے کے باوجود بھی اس کے ساتھ لگی رہی۔ اس کی معصوم سی حرکتوں نے اس کا دل قدرے بہلا لیا تھا لیکن اندر ہی اندر شاہ روز کے رویے کی ٹینشن بھی تھی۔ وہ اسے یوں جلا کر آخر کیا حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اس کے برعکس وہ بالکل مطمئن تھا۔ ظہر سے ذرا پہلے سو کر اٹھا اور نہا دھو کر نماز پڑھنے مسجد چلا گیا۔ ثنا کو اس کے اس انداز پر حیرت بھی تھی۔ کیا وہ خود گھر واپس جانے کے لیے بے چین نہیں تھا۔ کیا وہ عید گھر والوں کے بغیر گزارنے کا ارادہ رکھتا تھا تو پھر اس نے تائی جان سے آنے کا وعدہ کیوں کیا تھا۔ وہ الجھی رہی اور وہ نماز پڑھ کر واپس بھی آگیا' خود اس نے نماز بھی مکمل یکسوئی کے ساتھ نہیں پڑھی تھی۔ نماز کے بعد اس نے امروز کو سلایا اور خود جلے پیر کی بلی کی طرح کچن سے لاؤنج اور لاؤنج سے کمرے کے درمیان پھرتی رہی۔ بے چینی

جتنی بھی تھی مگر یہ طے تھا کہ اس نے خود سے شاہ روز سے کچھ نہیں کہنا۔

عصر تک کا وقت اسی کیفیت میں گزرا تھا۔ عصر کی نماز پڑھ کر وہ راہ تکتی رہی لیکن شاہ روز واپس نہیں آیا۔ اس کی آخری امیدیں بھی اب دم توڑنے لگی تھیں۔ شدید مایوسی میں گھر کر اس نے بے ساختہ ہی رونا شروع کر دیا اور پھر جب کچھ سمجھ میں نہیں آیا تو گھر کا نمبر ملانے لگی۔

"تائی جان! مجھے آپ کے پاس آنا ہے۔" دوسری طرف سے تائی جان کے فون اٹھانے پر وہ بلک بلک کر رونے لگی۔

"ہاں تو بیٹا! آجاؤ۔ ہم لوگ تو تمہارا انتظار ہی کر رہے ہیں۔ مگر تم رو کیوں رہی ہو؟" تائی جان اس کے رونے پر پریشان ہو گئی تھیں۔ اس کا دل چاہا شاہ روز کی شکایت کرے لیکن گلے میں آنسوؤں کا گولہ اٹکا تھا جو کچھ بولنے ہی نہیں دے رہا تھا۔

"ایسے کیوں رو رہی ہو بیٹا! کچھ تو بولو۔ میرے دل میں ہول اٹھ رہے ہیں۔" تائی جان کی گھبرائی ہوئی آواز اس نے سنی لیکن اس سے پہلے کہ بولنے کے لیے حوصلہ مجتمع کرتی، کسی نے اس کے ہاتھ سے ریسیور لے لیا۔

"بس امی! نکلنے والے ہیں۔ آپ گھبرائیں مت۔ اس کی عادت کا آپ کو پتا ہے۔ ذرا ذرا سی باتوں پر رونے لگتی ہے۔" وہ شاہ روز تھا جو اپنی ماں کو تسلیاں دے رہا تھا۔

"کمرے لاک کر کے امروز کو لے کر آؤ، میں سامان ٹیکسی میں رکھ رہا ہوں۔" فون بند کر کے اس نے اسے ہدایت کی تھی اور اس کے تیار کردہ بیگ کے ساتھ ایک دوسرا بیگ بھی لے کر باہر نکل گیا تھا۔ ثنا کو تو جیسے کسی نے مژدۂ جاں فزا سنایا تھا۔ جلدی جلدی اس کی ہدایت پر عمل کیا اور ٹیکسی میں جا بیٹھی۔ ٹیکسی فراٹے بھرتی جب ایرپورٹ کے علاقے میں داخل ہوئی تو اسے احساس ہوا کہ وہ لوگ ٹرین سے نہیں بلکہ جہاز سے کراچی جانے والے ہیں، اسی لیے شاہ روز نے صبح کے بجائے شام کی روانگی رکھی تھی۔ اسے خود پر افسوس ہونے لگا کہ بے کار میں سارا دن جلتے کڑھتے گزارا۔ کچھ کچھ شاہ روز پر بھی غصہ تھا۔ کیا تھا جو وہ اسے پہلے ہی بتا دیتا، کم از کم اس کی جان تو اس طرح نہ جلتی۔

ایرپورٹ پہنچنے تک افطار کا ٹائم ہو گیا تھا۔ ان لوگوں نے وہیں روزہ کھولا اور امروز کی نگرانی کی ذمہ داری اٹھاتے باری باری نماز ادا کی۔ فلائٹ کا ٹائم ہونے میں ابھی بھی کچھ وقت تھا۔ وہ لوگ لاؤنج میں بیٹھ کر انتظار کرنے لگے۔ یکدم ہی ٹی وی پر چاند دیکھنے کی اناؤنسمنٹ ہونے لگی۔ رویتِ ہلال کمیٹی نے اپنی سابقہ روایات کو توڑتے حیرت انگیز طور پر "فوراً" ہی چاند نظر آجانے کا اعلان کر دیا تھا۔ لاؤنج میں موجود لوگ ایک دوسرے کو مبارکباد دے رہے تھے جبکہ وہ دونوں ایک ساتھ بیٹھے بالکل چپ تھے۔

☆ ☆ ☆

"میں نے تمہیں تھپڑ مار کر جو تکلیف پہنچائی تھی، اس کے ازالے کے لیے میں اس بھرے مجمع کے سامنے تم سے معافی مانگوں تو کیا تم اسے قبول کر لو گی۔" بہت اچانک ہی وہ اس سے مخاطب ہوا تھا۔ امروز کے جوتے کے اسٹریپ بند کرتی ثنا کو جھٹکا لگا اور اس نے شکوہ کناں نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

"مجھے تکلیف آپ کے تھپڑ سے نہیں، آپ کی باتوں سے ہوئی تھی۔ آپ نے مجھ پر وہ الزام لگایا تھا جس سے بچنے کے لیے میں دادی اور تائی جان کی مسلسل نافرمانی کرتی رہی تھی۔ اگر مجھے کسی شخص کے نکاح میں رہ کر دوسرے شخص کو اپنی یادوں میں بسانا ہوتا تو میں اتنی مخالفتیں نہ مول لیتی۔" ایک لمحے کے توقف کے بعد اس نے سنجیدگی سے اپنی ناراضی کی وجہ بتائی۔

"تم اپنی جگہ صحیح ہو لیکن اگر میرے پوائنٹ آف ویو سے دیکھو تو میں بھی تمہیں غلط نہیں لگوں گا۔ میرے ذہن میں عرصے سے یہ بات تھی کہ تم کسی کو

پسند کرتی ہو۔ وہ کون تھا' میں نے کبھی جاننے کی کوشش نہیں کی بس صرف اتنا اندازہ لگا سکا کہ وہ جو بھی ہے' تم اس سے شادی نہیں کر سکتیں۔ امروز کی خاطر تمہیں اپنی زندگی میں شامل کرتے ہوئے بھی میرے ذہن میں یہ بات تھی۔ میں خود بھی کیونکہ نادیہ کی جدائی سے ہلکان تھا۔ اس لیے مجھے لگا کہ اس بات سے مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ لیکن ایسی باتیں صرف سوچی جا سکتی ہیں۔ فطرت اس سے بہت مختلف چیز ہے۔ تمہیں اول روز ہی اپنے کمرے میں دیکھ کر میرا دل تمہاری طرف کھنچا تھا۔ تم میری بیوی تھیں۔ رات کی تنہائیوں میں تمہیں اپنے قریب دیکھ کر میرے اندر فطری جذبے بیدار ہوتے لیکن وہ انجانا سا شخص اپنے راستے میں کھڑا دکھائی دیتا۔ مجھے پتا بھی نہیں چلا اور میں نادیہ کی جدائی کا غم بھول کر اس انجان شخص کے حسد میں مبتلا ہو گیا جس کا قبضہ میری بیوی کے دل پر اتنا مضبوط تھا کہ وہ اس کے نہ ہوتے ہوئے بھی میرے بجائے اسے محسوس کرتی تھی۔ جس کی وجہ سے وہ کہتی تھی کہ مجھے پہن اوڑھ کر کسے دکھانا ہے۔ جس کی محبت کو نہ بھلانے کا اعلان وہ ببانگِ دہل کرتی تھی۔

یہ کہہ دینا کہ میری تم سے کوئی ڈیمانڈ نہیں ہو گی اور اس پر عمل کرنا دو مختلف باتیں ہیں۔ تم میرا خیال رکھتی تھیں لیکن اس خیال رکھنے میں بیویوں والا انداز نہ تھا۔ میں چڑنے لگا' مجھے غصہ آنے لگا۔ اس غصے کا میں نے وقتاً" فوقتاً" بہانے بہانے اظہار بھی کیا لیکن اس روز جب تم نے کہا کہ وہ شخص ہمیشہ تمہارے آس پاس ہوتا ہے تو مجھ سے بالکل برداشت نہیں ہوا۔ تم نے اتنی آسانی سے میری زندگی میں نادیہ کی جگہ لے لی تھی اور خود کسی دوسرے فرد کے سحر میں گرفتار تھیں' تمہیں پڑنے والا وہ تھپڑ غصے کی انتہا پر پہنچ کر اس غصے کا غیر ارادی ردِ عمل تھا۔ شادی سے پہلے میں نے جو بھی وعدے اور دعوے کیے تھے۔ وہ ایک مرد کے فطری ردِ عمل کے سامنے ٹوٹ گئے تھے۔ میں فطرت کو شکست دے کر اس بات کو قبول نہیں کر سکا تھا کہ تم میری بیوی ہو کر کسی اور کی یادوں میں جیو۔ یہ تو بعد میں

پتہ چلا کہ وہ "کوئی اور" کوئی اور نہیں بلکہ میں ہی تھا۔ میں نے کب اور کیسے تمہاری زندگی میں یہ حیثیت اختیار کی۔ مجھے نہیں معلوم لیکن یہ جانتا ہوں کہ آج میرے دل میں تمہارے اس جذبے کی بے حد قدر ہے۔ نادیہ کی اہمیت اپنی جگہ لیکن جو محبت تم نے مجھ سے کی ہے اس کے لیے میں اپنے دل میں تمہارے لیے نادیہ سے بھی بڑھ کر جگہ پاتا ہوں۔

محبت سب کرتے ہیں لیکن اتنی خاموش اور مرمٹنے والی محبت کوئی کوئی ہی کرتا ہے۔ میں خوش نصیب ہوں کہ میرے حصے میں یہ محبت آئی اور میں اسے گنوا کر کبھی خوش نہیں رہ سکوں گا۔ تم اتنے دنوں سے روٹھی ہو تو لگتا ہے' زندگی ادھوری سی ہو گئی ہے۔ اپنی اس ادھوری زندگی کو مکمل کرنے کے لیے اگر مجھے تمہارے سامنے ناک سے لکیریں کھینچ کر بھی تمہیں منانا پڑا تو میں تمہیں منالوں گا۔" وہ اس کا ہاتھ پکڑے آہستہ آہستہ ہر بات کی وضاحت دے رہا تھا اور وہ جو خاموش نیر بہا رہی تھی' اس بات پر تڑخ کر بولی۔

"آپ پھر ایک بے بنیاد دعوا کر رہے ہیں۔ ناک سے لکیریں کھینچ کر بیوی کو منانے والے مردوں میں آپ کا شمار نہیں ہوتا۔ آپ مردوں کی عام فطرت کے مطابق اپنی انا کو بلند رکھنے والے لوگوں میں سے ہیں۔ اگر ایسا نہیں ہوتا تو آپ بہت دن پہلے مجھ سے معافی مانگ چکے ہوتے۔" اس کے انداز پر وہ ہنس پڑا۔

"ٹھیک کہتی ہو تم کہ میں ایک عام فطرت رکھنے والا مرد ہوں لیکن ایک حوالے سے تو میں اپنے آپ کو خاص کہہ سکتا ہوں نا کہ مجھے تمہاری بہت ہی خاص محبت پر حق حاصل ہے۔"

"اب یقیناً" ساری زندگی آپ نے میری جذباتیت یاد دلا کر مجھے چھیڑتے رہنا ہے۔" وہ تھوڑا سا چڑی۔

"نہیں' بالکل نہیں۔ میرے نزدیک یہ جذباتیت نہیں تھی۔ جذباتی پن اور تمہاری محبت کے درمیان بہت فرق ہے۔ جذباتی پن بہت جلدی ساتھ چھوڑ دیتا ہے۔ وہ چیز جو انسان کا ہاتھ پکڑ کر اس مقام پر لے آئے سوائے محبت کے کچھ اور نہیں ہو سکتی۔ لیکن تم مجھے یہ بتا دو کہ تم نے مجھ سے محبت کب اور کیسے شروع کی؟"

بہت سنجیدگی سے کہتے وہ اچانک ہی شوخی سے پوچھنے لگا تھا۔ اس سے پہلے کہ ثنا اسے کوئی جواب دیتی' فلائٹ کی اناؤنسمنٹ ہونے لگی۔ وہ لوگ اپنا سامان لے کر کھڑے ہو گئے۔

"اس دوسرے بیگ میں کیا ہے؟" ثنا نے سامان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔

"تمہیں تو مجھ سے اپنی ناراضی کا اظہار کرنے میں اس بات کا کوئی خیال ہی نہیں تھا کہ یہاں سے خالی ہاتھ' وہ بھی عید پر گھر کیسے جائیں گے۔ مجبوراً مجھے خود ہی شاپنگ کرنی پڑی' گھر والوں کے لیے کچھ تحائف اور تمہارے اور امروز کے لیے عید کے کپڑے وغیرہ ہیں۔" اس نے بتایا تو ثنا کو تھوڑی شرمندگی محسوس ہوئی۔ واقعی اگر وہ لوگ یہاں سے گھر والوں کے لیے کچھ لیے بغیر جاتے تو کتنا عجیب لگتا۔

"تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا ثنا!" جہاز کے بلندیوں میں محوِ پرواز ہونے کے بعد اس نے ثنا کو مخاطب کیا تھا۔

"کون سی بات؟" وہ بھول گئی تھی یا شاید کنی کترا رہی تھی۔

"یہی کہ تم نے مجھ سے محبت کب اور کیسے شروع کی؟" وہ بھی اپنے سوال کے جواب کے لیے اٹل تھا۔

"پتہ نہیں' شاید تب سے جب آپ پہلی بار میرے لیے آئس کریم لائے تھے۔ میرا خیال رکھنے والے آپ پہلے شخص نہیں تھے۔ تایا جان' تائی جان' دادی' بابا اور ثمرین سب میرا خیال رکھتے تھے لیکن جب آپ نے مجھ پر توجہ دینا شروع کی تو مجھے آپ کی توجہ ان سب سے زیادہ اچھی لگی۔ میں نے ممی کے بعد حوصلے سے جینا سیکھا تو آپ کی توجہ کے بل بوتے پر اور پھر پتہ نہیں کب ایسا ہوا کہ جتنا آپ میرا خیال رکھتے تھے' اس سے کہیں زیادہ مجھے آپ کا خیال رہنے لگا۔ میرے پاس اپنے اس جذبے کا کوئی نام نہیں تھا لیکن جب تائی جان اور دادی میری شادی کا ذکر کرنے لگیں

تو پہلی بار مجھے احساس ہوا کہ میرا دل کسی بھی شخص کے لیے راضی نہیں، میں کسی اور کے ساتھ رہنے کے بجائے آپ کے آس پاس رہنا چاہتی ہوں۔ ابھی میرے احساسات مجھ پر وا ہوئے ہی تھے کہ آپ کی زندگی میں نادیہ آ گئی۔ میں نے اپنے دل کو ٹٹول کر دیکھا۔ مجھے نادیہ کے آپ کی زندگی میں آنے سے کوئی تکلیف نہیں ہوئی تھی کیونکہ وہ آپ کی خوشی تھی۔ اگر آپ اس کو پا کر خوش تھے تو میں آپ کو خوش دیکھ کر خوش تھی۔ میری محبت طلب کی کھوٹ سے پاک تھی۔ میں آپ کو پانا نہیں بس آپ کے آس پاس رہنا چاہتی تھی پھر جب نادیہ چلی گئی تو مجھے لگا، مجھے آپ کا اور بھی زیادہ خیال رکھنا چاہیے۔ میرے اس خیال رکھنے میں کوئی غرض تھی تو صرف اتنی کہ آپ کے دکھ سمیٹ سکوں۔ اسی لیے جب آپ نے امروز کی خاطر مجھ سے شادی کی خواہش ظاہر کی تو میں راضی ہو گئی۔ اس وقت بھی آپ کی گفتگو اتنی واضح تھی کہ میں جان سکتی تھی کہ میں آپ کو پانے نہیں، آپ کی مشکلات کی ساتھی بننے جا رہی ہوں۔ میں آپ کے کام آؤں اس سے بڑھ کر میری محبت نے مجھ سے کبھی کوئی تمنا کی ہی نہیں تھی۔ میں آپ کی زندگی میں آپ کی بیوی نہیں آپ کے بیٹے کی ماں بن کر آئی تھی۔ میں نے ہمیشہ اسی فرض کو نبھانے کی کوشش کی۔ خود کو سجا سنوار کر آپ کو اپنی طرف متوجہ کرنا میری طلب تھی ہی نہیں۔ میں تو اپنے تئیں آپ کی زندگی میں دخل دیے بغیر، آپ کی بکھری ہوئی زندگی کو مجتمع کر رہی تھی لیکن پھر آپ مجھ سے ناراض رہنے لگے۔ مجھے لگا نادیہ کی جگہ مجھے اپنے گھر میں دیکھنا آپ کو اچھا نہیں لگ رہا اور میں خود کو مزید محدود کرتی چلی گئی۔ وہ تو جب اس دن آپ نے مجھے پھٹکارا اور کھری کھری سنائیں تو مجھے پتہ چلا، آپ کی ناراضی کی وجہ کچھ اور ہے۔ آپ مجھ پر جو الزامات لگا رہے تھے۔ انہیں سن کر مجھے بہت غصہ آیا۔ جس شخص کے لیے میں نے زندگی تیاگ دی تھی، وہی مجھ پر بے وفا ہونے کا الزام لگا رہا تھا۔ کیسے سہتی، بس پھر میں آپ سے ناراض ہو گئی۔" وہ بہت معصومیت سے بتا رہی تھی۔ شاہ روز جو بہت دلچسپی سے اس کی باتیں سن رہا تھا فوراً بولا تھا۔

"میں تمہاری ناراضی سے خوف زدہ نہیں تھا۔ مجھے بچپن سے تمہارے ناز اٹھانے کی عادت پڑ چکی ہے اس لیے مجھے یقین تھا کہ میری بیوی جو آج کل کٹ کھنی بلی بنی پھر رہی ہے، اسے میں ایک دن آرام سے منا لوں گا اور دیکھو، آج میں نے تمہیں کتنے آرام سے منا لیا۔" اس کی طرف دیکھتے وہ شرارت سے بولا تو وہ اسے گھورتے ہوئے بولی۔

"میں کوئی راضی واضی نہیں ہوئی ہوں۔ آپ سے اتنا تو ہوا نہیں کہ چاند نظر آنے کی اطلاع پر مجھے عید مبارک ہی کہہ دیتے اور تو اور اس بار ہمیشہ کی طرح مجھے چاند دکھتے کے ساتھ عیدی بھی نہیں دی۔"

"عیدی کی تم فکر نہ کرو، ابھی بلینک چیک سائن کر کے دے دیتا ہوں۔"

"ہاں، پتہ جو ہے، میں نے وہ چیک کیش نہیں کروانا، پچھلی عیدیوں کے ساتھ وہ چیک بھی جمع ہو جائے گا کیونکہ اس پر آپ کے دستخط ہوں گے۔ اور آپ کے ساتھ وہی معاملہ ہو گا کہ ہینگ لگے نہ پھٹکری، رنگ بھی چوکھا آئے۔" وہ خالص بیویوں والے انداز میں لڑ رہی تھی۔

"تم تو بہت شکی ہو یار! چلو ایسا کروں گا، کریڈٹ کارڈ بنوا دوں گا تمہارے لیے۔ تم میری نشانی بھی سنبھال کر رکھنا اور میری جیب میں خالی کرواتی رہنا۔" اس نے جو حل بتایا اسے سن کر شانا کی ہنسی چھوٹ گئی۔ اسی پل اس کی گود میں موجود امروز بھی نیند میں مسکرایا۔ شاہ روز نے بے ساختگی سے ہنستی شانا اور مسکراتے ہوئے امروز کو دیکھا تو اس کے دل میں آسودگی چھا گئی۔ عید کا چاند اس کے لیے قدرت کے بہترین تحفے لے کر آیا تھا۔